رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا

صادقین صادق پور

تحریک سیّد احمد شہیدؒ سے متعلق ایک ایسے خاندان کی تاریخ جس نے جرأت واستقلال اور جاں سپاری کی آخری مثال پیش کر دی۔

مولانا سیّد محمد ثانی حسنیؒ

سیّد احمد شہید اکیڈمی
دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

باراوّل
(۲۰۰۷ء)

نام کتاب .... صادقین صادق پور
نام مؤلف .... مولانا سیّد محمد ثانی حسنیؒ
صفحات ۱۴۸
کمپوزنگ .... ندا کمپیوٹر۔ امین آباد لکھنؤ
تعداد اشاعت .... ایک ہزار
قیمت .... ۵۵/روپے (Rs. 55/-)

ملنے کے پتے :
ابراہیم بک ڈپو۔ مدرسہ ضیاء العلوم، میدانپور، تکیہ کلاں، رائے بریلی
مجلس تحقیقات ونشریاتِ اسلام۔ پوسٹ بکس ۱۱۹۔ لکھنؤ
مکتبہ اسلام۔ رؤف مارکیٹ، گوئن روڈ۔ لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست

عرضِ ناشر ۴
مقدمہ ۶
نذرِ شہیدانِ بالاکوٹ ۱۰

باب اوّل

حضرت سیّد احمد شہید کی تحریکِ جہاد اور علمائے صادق پور

حضرت سیّد احمد شہید کی تحریکِ جہاد اور علمائے صادق پور ۱۲
پُر آشوب دور ۱۲
حضرت سیّد احمد شہید اور ان کی تحریک تبلیغ و جہاد .. ۱۳
صادقین صادق پور ۱۹
میدانِ جہاد میں ۲۲
سلسلۂ دارورسن ۲۴
بے مثال جدوجہد اور بے نظیر تنظیم و قابلیت ۲۶
راہِ حق میں جانبازی و جاں سپاری ۳۰
عقیدۂ مظہور اور عشق و وارفتگی ۳۱
درسِ عبرت و موعظت ۳۵

باب دوم

غازیانِ دین

مولانا ولایت علی عظیم آبادی ۳۷
ولادت ۳۷
تعلیم ۳۸
مرفہ الحالی و فارغ البالی ۳۸
حضرت سیّد احمد شہید کی زیارت ۳۹
عقیدت و محبت اور گھر والوں کو حضرت شہید سے بیعت ہونے پر آمادہ کرنا ۳۹
حضرت سیّد احمد شہید کی معیت اور زندگی میں صالح انقلاب ۴۰
میدانِ جہاد میں ۴۴
کابل کی سفارت ۴۵
ہندوستان واپسی اور ہمہ گیر تحریک و تبلیغ و جہاد کی قیادت ۴۶
رجوع عام اور نواب مبارز الدولہ کی ارادت و بیعت ۴۸
مولانا کے خلاف اہل بدعت کی سازش اور نواب کی گرفتاری ۴۹
حضرت سیّد احمد شہید کی شہادت اور مولانا پر تحریک کا بار ۵۰
درس و تدریس ۵۱
اشاعتِ دین و احیائے سنت ۵۱
پٹنہ سے بنگال ۵۲

www.abulhasanalinadwi.org

حج وزیارت ۵۳
میدانِ جہاد میں ۵۴
مولانا ولایت علی صاحب کی سرحد روانگی داخلہ
اور شاندار استقبال ۵۸
مولانا ولایت علی صاحب کی امارت ۵۹
دب کی جنگ اور مجاہدین کو شکست ۶۰
مولانا محاصرہ اور وطن واپسی پر مجبوری ۶۱
مچلکے اور ضمانت ۶۱
ہجرت و جہاد کی یاد میں ۶۳
پُر تاثیر وعظ ۶۳
رمضان کے معمولات ۶۴
ہجرت ۶۴
قنوج میں ۶۶
دہلی میں ۶۷
بہادر شاہ ظفر کے سامنے پُر اثر وعظ ۶۷
قیامِ دہلی کے دوران ایک لطیفہ ۶۹
دہلی سے روانگی اور بادشاہ کا قیام پر اصرار .. ۶۹
ستھانہ میں ۷۰
وفات ۷۰
اولاد ۷۱
تصانیف ۷۲
اخلاق وعادات ۷۲
مولانا عنایت علی غازی ۷۷
حضرت سیّد احمد شہید سے تعلق ووابستگی .. ۷۷
حضرت شہید کے ساتھ راہِ ہجرت و جہاد پر ۷۸
حضرت شہید کے حکم سے ہندوستان واپسی ۷۸
حضرت سیّد صاحب کی شہادت کے بعد . ۷۹
نظم وقابلیت ۸۱
بالاکوٹ میں ۸۳
دب کی جنگ ۸۵
وطن واپسی اور تبلیغ و جہاد میں دوبارہ مشغولیت . ۸۵
سرحد روانگی ۸۶
ستھانہ سے منگل تھانہ کی طرف ۸۶
مولانا ولایت علی کی وفات اور مولانا عنایت
علی کا عہد امارت ۸۷
اعلامیہ ۸۹
انقلاب ۱۸۵۷ء ۹۰
مالی مشکلات ۹۱
مرض الوفات اور انتقال ۹۲
مولانا عنایت علی کے بعد ۹۳
مولانا عبداللہ عظیم آبادی ۹۵
ولادت ۹۵
تعلیم وتربیت ۹۵
جہاد ۹۶
امارت ۹۷
ایک پُر جوش خطاب ۱۰۴
میدانِ کارزار ۱۰۶
دُعا اور اس کا اثر ۱۰۸
وفات ۱۱۰
مولانا عبدالکریم کی امارت ۱۱۱

www.abulhasanalinadwi.org

باب سوم

مردانِ حق

مولانا یحییٰ علی عظیم آبادی ۱۱۳
حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور عظیم آبادی خاندان . ۱۱۳
خاندان ۱۱۵
حلیہ ۱۱۶
تعلیم وتربیت اور اس کے اثرات ۱۱۶
پہلا سفر ۱۱۷
گرفتاری ۱۱۸
جیل میں وعظ ونصیحت ۱۲۰
پھانسی سے کالا پانی ۱۲۲
جزیرۂ انڈمان ۱۲۳
صبر واستقلال ۱۲۷
علالت ووفات ۱۲۸
مولانا احمد اللہ جعفری ۱۲۹
ولادت ۱۲۹
تعلیم ۱۲۹
بیعت ۱۲۹
خصوصیات ۱۳۰
تحریک جہاد ۱۳۰
الزام سازش ۱۳۱
گرفتاری ۱۳۲
مقدمۂ سازش اور سزائے موت ۱۳۲
جزیرۂ انڈمان میں ۱۳۳
تعلیم وارشاد ۱۳۳
خدمت وایثار ۱۳۴
بیماری ۱۳۴
وفات ۱۳۵
اولاد ۱۳۷
مولانا عبدالرحیم صادقپوری ۱۳۸
ولادت ۱۳۸
تعلیم ۱۳۸
بیعت ۱۳۸
تحریک جہاد ۱۳۹
مقدمۂ سازش ۱۴۰
گرفتاری اور اس کا اثر ۱۴۰
مصائب ۱۴۱
انبالہ جیل میں ۱۴۲
مجسٹریٹ کے اجلاس میں ۱۴۳
لاہور جیل میں ۱۴۵
جزیرۂ انڈمان میں ۱۴۵
رہائی ۱۴۶
گھر کی حالت زار ۱۴۶
حج وزیارت ۱۴۷
تالیف ۱۴۸
وفات ۱۴۸

www.abulhasanalinadwi.org

عرضِ ناشر

اسلامی تاریخ ہمیشہ ایسے جیالوں سے تابناک رہی ہے جنہوں نے زمانے کے دھارے کو موڑا ہے۔ یہ اس ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہے جس نے انسانیت کی ڈوبتی کشتی کو پار لگایا۔ اسلام کا درخت سدا بہار رہا ہے۔

ہر زمانے میں ایسے افراد اس اُمت میں پیدا ہوئے جنہوں نے اس درخت کو سوکھنے نہیں دیا، ضرورت پڑی تو انہوں نے اس کو اپنے خون سے سینچا، ان ہی مبارک افراد میں ایک روشن نام امیر المومنین سیّد المجاہدین حضرت سیّد احمد شہیدؒ کا ہے جن کے نفس گرم سے تیرہویں صدی کا ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کا بورا مشرقی حصہ حرارتِ ایمانی سے معمور ہوا اور جن کے کاروانِ حق نے ہندوستان کے چپہ چپہ پر ایمان کی ایسی شمعیں روشن کیں جن کا تسلسل آج بھی جاری ہے۔

حضرت سیّد احمد شہید اور ان کی مخلص و مجاہد جماعت پر بہت کچھ لکھا گیا جن میں سب سے زیادہ شہرت اسی خاندان کے گل سرسبد حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کی کتاب سیرت سیّد احمد شہید (۱-۲) اور مشہور ادیب مولانا غلام رسول مہر کی سیرت سیّد احمد شہید، جماعت مجاہدین، سرگزشت مجاہدین کو ملی۔

حضرت سیّد صاحب کے ان کے مخلص رفقاء میں خاندان صادق پور کے وہ سربکف مجاہدین بھی ہیں جنہوں نے حضرت کی شہادت کے بعد بھی اس کارواں کو جاری رکھا، اس خاندان کے افراد نے طویل عرصہ تک ایسی قربانیاں دیں کہ جن کا تذکرہ ہر صاحب ایمان کے لئے مہمیز کا کام کرتا ہے۔ حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کے بھانجے مصنف و مؤرخ، صاحب قلب و نظر حضرت مولانا سیّد محمد ثانی حسنیؒ کو

www.abulhasanalinadwi.org

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس خاندان صادق پور کی سرفروشانہ تاریخ رقم کر کے اہل دعوت وفکر کے لئے غذا فراہم کی، اس میں مولانا کے رواں قلم کے ساتھ ان کا سوز دوراں اور پھر مؤرخانہ بصیرت بھی شامل ہے۔

سیّد احمد شہید اکیڈمی کے بنیادی مقاصد میں حضرت اور ان کے خلفاء و رفقاء ومجاہدین کے حالات کو سامنے لانا ہے تاکہ ان سے دعوتی واصلاحی کاموں میں فائدہ اُٹھایا جاسکے۔ یہ اکیڈمی کے خادموں کے لئے شرف کی بات ہے کہ ایمان کے لئے اپنی جانثاری کا نذرانہ پیش کرنے والے اِن مجاہدین کا تذکرہ لوگوں کے سامنے آرہا ہے جن کے حالات پردۂ خفا میں تھے۔

راقم خاص طور پر مصنف علیہ الرحمہ کے فرزند مخدوم ومحترم مولانا سیّد محمد حمزہ حسنی ندوی (ناظر عام ندوۃ العلماء) کا مشکور ہے کہ انہوں نے کتاب کو اشاعت کے قابل بنایا، اور اکیڈمی کے خادموں کو اشاعت کی اجازت دی، مصنف کے نواسہ خواہرزادہ عزیز القدر مولوی سیّد محمود حسن حسنی سلمہٗ اللہ تعالیٰ بھی شکریہ کے مستحق ہیں انہوں نے اپنے خالِ معظم کا اس سلسلہ میں تعاون کیا، مصنف مرحوم کے قابل فخر بھائی عم مخدوم و محترم حضرت مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے مقدمہ لکھ کر کتاب کی خدمت کرنے والوں کی ہمت افزائی فرمائی، عزیزی محمد نفیس خاں ندوی سلمہٗ نے طباعت کے لئے کوششیں کیں، اللہ تعالیٰ سب کو بہتر جزا عطا فرمائے اور کتاب کو قبولیت عطا فرمائے۔

بلال عبدالحی حسنی ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

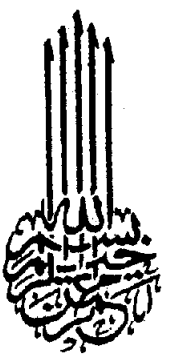

مقدمہ

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیّد المرسلین وخاتم النبیین محمد وعلیٰ آلہ وصحبہٖ أجمعین وبعد!

امیرالمومنین مصلح کبیر حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح وجہاد جن حالات میں برپا ہوئی اس وقت اخلاقی اور معاشرتی حالت اتنی گرچکی تھی کہ اس کی تصویر کھینچتے شرم آتی ہے، فسق وفجور آداب وتہذیب میں شامل ہوگئے تھے، مشرکانہ رسوم اور بدعات کا زور تھا، غیر اسلامی رسوم کا التزام، اسلامی فرائض اور واجبات سے زیادہ کیا جاتا تھا، اگرچہ اس وقت ہندوستان کا مرکز دہلی علماء ومشائخ کے وجود سے خالی نہ تھا، بلکہ ہندوستان کے ہر شہر وقصبہ میں اہل علم اور اصحاب دین موجود تھے اور درس وتدریس، وعظ وارشاد اور تربیت وسلوک کے ذریعہ ایمان ویقین کی شمعیں روشن کیے ہوئے تھے، خصوصاً دہلی میں اس وقت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (متوفی ۱۲۳۹ھ) قاضی ثناء اللہ پانی پتی

www.abulhasanalinadwi.org

(متوفی ۱۲۳۵ھ) حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ (متوفی ۱۲۴۰ھ) اور ان کے علاوہ کثیر تعداد میں بزرگوں، علماء اور فضلاء کا فیض جاری تھا اور اصلاح کا کام جاری تھا لیکن عمومی زندگی پر اس کا اثر خاطر خواہ نہیں پڑ رہا تھا، ایسے وقت میں ایک ایسی ہمہ گیر اور اثر انگیز تحریک کی ضرورت تھی جو ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک دبی ہوئی چنگاریوں کو سلگا دے اور ایمان ویقین کی روشنی سے ایک عالم کو منور کر دے جو اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی میدانوں میں یکساں طور پر قیادت کا کام انجام دے۔ حضرت سیّد احمد شہیدؒ نے نوجوانی کے عالم میں اس ہمہ گیر تحریک کو شروع کیا اور اس وقت کے ظالموں اور غارت گروں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے چشم وچراغ مولانا شاہ اسماعیل شہید اور مولانا عبدالحی بڈھانوی نے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور آخر دم تک ساتھ نہ چھوڑا، ایک نے راہ جہاد میں بیمار ہو کر جان جانِ آفریں کے سپرد کی اور دوسرے نے میدان جہاد میں شہادت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی یہ تحریک جہاد آندھی طوفان کی طرح اٹھی اور ابر کرم کی طرح ہندوستان کے اس کنارہ سے اس کنارہ تک برستی چلی گئی۔

حضرت سیّد شہید قدس سرہ کے ارادت مندوں اور خلفاء میں اور آپ کے نقش قدم پر گھر بار لٹانے والوں اور جان کی بازی لگا دینے والوں میں سب سے بڑا حصہ خاندان ''صادق پور'' نے لیا جو پٹنہ میں آباد تھا، اس خاندان کے ایک ایک فرد نے جس وفاداری، جاں نثاری، عقیدت اور حضرت سیّد صاحب کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کر جس ایثار وقربانی کا ثبوت دیا، وہ اپنی مثال آپ ہے، حادثۂ بالاکوٹ کے بعد جبکہ تمام ملک میں اداسی، انتشار، پراگندگی چھا رہی تھی اور پوری جماعت تتر بتر ہو چکی تھی، اچھوں اچھوں کے پائے ثبات میں لغزش آنے لگی تھی، جہاد کا سارا نظام درہم برہم ہو چلا تھا کہ اتنے میں عظیم آبادی

www.abulhasanalinadwi.org

خاندان کے ایک چشم و چراغ اور حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے خلیفہ مولانا ولایت علی عظیم آبادی نے گرتے ہوئے اس علَم کو اپنے مضبوط ہاتھوں سے تھام لیا اور عمر کے آخری لمحہ تک تھامے رہے، پھر بھائیوں، بھتیجوں، بیٹوں اور عزیزوں اور ماننے والوں نے جس طرح اپنے خون سے اس چمن کی آبیاری کی اور اس راہ میں جس بہادری، صبر اور جفاکشی سے جانیں دی ہیں وہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے۔ ان بزرگوں کے تفصیلی حالات، ان کی جفاکشی، نظم وقابلیت، صبر واستقلال کے متعلق آپ آئندہ صفحات میں پڑھیں گے۔ آپ ان حالات کو پڑھ کر بخوبی اندازہ لگا سکیں گے کہ ہندوستان کے نقشہ پر ایمان ویقین کے نئے نقوش کن کے دم سے اُبھرے اور ہندوستان کی آزادی کے حصول اور بیرونی طاقتوں سے مقابلہ کے لیے کون میدان میں اُترے، محنت اور جدوجہد کس نے کی اور سہرا کس کے سر باندھا جارہا ہے؟ ایک انگریز مصنف ڈاکٹر ہنٹر کا اعتراف ہے:

> ''امام (سیّد احمد شہیدؒ) نے اٹھارہ سو اکیس عیسوی میں پٹنہ کے خلفاء کا انتخاب کرتے وقت ایسے آدمیوں کا انتخاب کیا کہ جو بے پناہ جوش وخروش کے مالک اور انتہائی مستقل مزاج تھے، ہم دیکھ چکے ہیں کہ متعدد بار جب یہ تحریک دم توڑتی نظر آئی تھی کس طرح انہوں نے ازسرِنو جہاد کا جھنڈا بلند کیا، اور تحریک کو تباہ ہونے سے بچالیا۔ پٹنہ کے خلفاء جو انتھک اور اپنی ذات سے بےفکر، بے داغ زندگی بسر کرنے والے تھے انگریزوں کی حکومت اکھاڑ پھینکنے میں ہمہ تن مصروف تھے اور روپیہ ورنگروٹ کی فراہمی کے لیے ایک مستقل نظام قائم کرنے میں نہایت ہی ہوشیار تھے، اصل

www.abulhasanalinadwi.org

میں اپنی جماعت کے نمونہ اور مثال تھے، اپنے ہم وطنوں کی
ایک بڑی تعداد کو پاک زندگی بسر کرنے اور اللہ تعالیٰ کے
متعلق بہترین تصور پیدا کرنے کی ترغیب دی''۔

یہ ایک انگریز مصنف کا اعتراف تھا جو حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد کا سخت مخالف تھا، ضرورت ہے کہ ایسے حریت پسندوں اور ایمان ویقین کے داعیوں کے حالات وواقعات سے ہم باخبر ہوں جن کے گہرے نقوش تاریخ ہند میں ثبت ہیں، مگر ان پر گردوغبار کی دبیز تہہ جمادی گئی ہے۔ اب ان حریت پسندوں اور حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے ان عظیم آبادی عظیم المرتبت خلفاء اور صادقپوری مریدین صادقین اور راہِ جہاد میں اپنا سب کچھ لٹادینے والے مجاہدین مخلصین کے کچھ تفصیلی حالات ملاحظہ کیجئے۔

دائرہ حضرت شاہ علم اللہؒ
رائے بریلی

محمد ثانی حسنی
۲۳/ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ

www.abulhasanalinadwi.org

(نذر شہیدانِ بالاکوٹ)

جناب فضل احمد کریم صاحب فضلیؒ

مجاہدانِ صف شکن بڑھے جو نذر جاں لیے
تو موت با ادب بڑھی حیات جاوداں لیے
یہ وہ ہیں جن کے عمر بھر قدم نہ ڈگمگا سکے
مصیبتوں نے بارہا ہزار امتحاں لیے
یہ سخت کوش وسخت جاں، عجب پیام دے گئے
کہ زندگی ہے بامزا، اگر ہے تلخیاں لیے
جلال بھی جمال بھی، عجیب ان کی شان ہے
نظر میں بجلیاں لیے، نفس میں گلستاں لیے
جہاں بھی سر جھکادیا وہیں پہ عرش آگیا
یہ سجدۂ شہید ہے، جبیں میں آستاں لیے
یہ سیدِ شہید یہ مجاہدانِ ہم سفر
کہ جیسے ماہتاب ہو جلو میں کہکشاں لیے
مجاہدانِ باصفا کی پیشوائی کے لیے
ملائکہ اُتر رہے ہیں مژدۂ جناں لیے
عقیدت وخلوص کے یہ چند پھول نذر ہیں
کھڑا ہے فضلی حزیں حقیر ارمغاں لیے

www.abulhasanalinadwi.org

باب اوّل

حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد
اور
علمائے صادق پور

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی تحریکِ جہاد
اور
علمائے صادق پور

پُر آشوب دور

تیرہویں صدی ہجری کا آغاز ایسے پُر آشوب دور میں ہوا جبکہ ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا، مسلمانوں کا سیاسی، اخلاقی ومعاشرتی نظام بگڑ چکا تھا اور ان کی ساکھ گر رہی تھی، انگریزوں کے قدم جم رہے تھے، حملہ آوروں اور غارت گروں کا ایک سیلاب تھا جو آئے دن پُر امن باشندوں اور بے گناہ شہریوں پر گزرتا رہتا تھا اور تاخت وتاراج کرتا رہتا تھا، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ اپنے ایک مکتوب میں اس ہنگامہ خیز اور محشر انگیز دَور کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:

''از تشویشات ہر روزہ دہلی تنگ آوردہ ام از ہر طرف فتنہ قصد دہلی میکند''۔

(دہلی کے روزمرہ کے ہنگاموں اور بے اطمینانی سے تنگ ہوں، ہر طرف سے فتنہ دہلی کا رُخ کرتا ہے۔)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک عربی شعر میں انگریزوں کے ظلم وفساد کی اس طرح تصویر کشی کی ہے ۔

وإنّي أرى الإفرنج أصحاب ثروة
لقد أفسدوا مابين دهلى وكابل

www.abulhasanalinadwi.org

(فرنگی سرمایہ داروں کو میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے دہلی اور کابل کے درمیان علاقہ کو پامال کر رکھا ہے اور فساد برپا کر دیا ہے۔)

یہ تو سیاسی حالت تھی، اخلاقی اور معاشرتی حالت اس سے بھی زیادہ ابتر تھی، فسق و فجور آداب و تہذیب میں داخل ہو چکے تھے، مشرکانہ رسوم اور بدعات کا زور تھا، غیر اسلامی رسوم کا احترام اسلامی فرائض اور واجبات سے زیادہ کیا جاتا تھا، اگرچہ اس وقت ہندوستان کا دارالحکومت دہلی تھا اور دہلی میں غیور اور باحمیت اشخاص کی بہت کمی نہ تھی، علماء و مشائخ اپنے علم و برکات سے عوام و خواص کو مستفید کر رہے تھے، نہ صرف دہلی بلکہ ہندوستان کے ہر شہر و قصبہ میں اہلِ علم اور اصحابِ دین موجود تھے، اور درس و تدریس، وعظ و ارشاد اور تربیت و سلوک کے ذریعہ سے ایمان و یقین کی شمعیں روشن کیے ہوئے تھے لیکن عمومی زندگی پر ان کا اثر خاطر خواہ نہیں پڑ رہا تھا، اس حالت میں ایک ایسی ہمہ گیر اور اثر انگیز تحریک کی ضرورت تھی، جو ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک دلوں کی بجھی ہوئی انگیٹھیوں کو سلگا دے اور ایمان و یقین کی روشنی سے ایک عالم کو منور کر دے، جو دینی، اخلاقی، معاشرتی اور سیاسی میدانوں میں یکساں طور پر قیادت کا کام دے۔

حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور ان کی تحریکِ تبلیغ و جہاد

عین ضرورت کے اس عالم میں اور انتظار و اشتیاق کی اس گھڑی میں ایک فردِ فرید ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوتا ہے، وہ پیدا ہوا تو بڑوں نے اس کو احمد کے نام سے پکارا۔ وہ بڑا ہوا اور دُنیا کے ہر کام سے فارغ ہو کر سولہ سال کی عمر میں اس نے خالص دینی اور دعوتی زندگی کا آغاز کیا۔ پورے چھیالیس سال کی عمر میں ایمان و یقین کی جوت جگانے کے بعد اور ہجرت و جہاد کا علم اٹھا کر وطن سے

www.abulhasanalinadwi.org

ہجرت کی، جنگلوں اور بیابانوں کی خاک چھانتے ہوئے پہاڑوں اور درّوں کا سفر کرتے ہوئے بالاکوٹ کے میدان میں اپنے مخلص ترین ساتھیوں اور حق پر جان دینے والوں کے ساتھ جامِ شہادت پی لینے کے بعد دُنیا اس کو حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے لقب سے پکارنے لگی۔ حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی اس تحریک کی وجہ سے پورے ہندوستان میں ایمان ویقین کی زندگی اور اس زندگی میں تابندگی پیدا ہوگئی۔

شورشِ عندلیب نے روح چمن میں پھونک دی
ورنہ یہاں کلی کلی مست تھی خوابِ ناز میں

آپ کے ساتھ عوام بھی ہوئے، اور اہلِ علم نے بھی آپ کی رکاب تھامی جن میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے خاندان کے چشم وچراغ مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحی بڈھانویؒ نے ہاتھ میں ہاتھ دیا، اور آخر دم تک ساتھ نہ چھوڑا، ایک نے عالم مسافرت میں بیمار ہوکر جان جانِ آفریں کے سپرد کی اور دوسرے نے میدانِ جہاد میں شہادت کی سعادت حاصل کی۔

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کرچلے

مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحی بڈھانوی نے جب سے حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی رکاب تھامی ہمہ وقت سیّد صاحبؒ کی خدمت میں رہے اور اپنے وعظ وارشاد سے ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دعوت وجہاد کی رُوح پھونک دی اور سیّد احمد شہیدؒ کی رُوحانیت، دعوتِ اصلاح وجہاد، تزکیۂ باطنی، اور ان دونوں حضرات کی تقریروں کی وجہ سے ایک ایسی جماعت تیار ہوگئی جو راہِ خدا میں شہادت کے لیے تیار رہتی تھی، اس جماعت میں ہر صلاحیت اور ہر کمال کے لوگ شامل تھے جو شرک وبدعات سے دور اور کتاب وسنت کی پیروی میں ممتاز تھے، اس جماعت کے ممتاز لوگوں میں مولانا اسماعیل شہیدؒ، مولانا

www.abulhasanalinadwi.org

عبدالحی بڈھانویؒ، مولانا محمد یوسف پھلتیؒ، مولانا کرامت علی جونپوریؒ جن کی تبلیغ ودعوت سے بنگال کے لاکھوں آدمی ہدایت یافتہ ہوئے، مولانا سید محمد علی رامپوریؒ جن کی کوششوں سے مدراس اور اس کے اطراف کے ہزاروں باشندے راہِ حق پر لگے، اور شرک وبدعت سے تائب ہوئے، مولانا ولایت علیؒ عظیم آبادی جن کی دعوت وارشاد سے ریاست حیدرآباد کے لاکھوں باشندے راہِ راست پر آئے اور جنہوں نے بالاکوٹ کے حادثہ کے بعد حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی نیابت اور جماعت کی تنظیم وامارت کا کام خوش اُسلوبی سے انجام دیا اور حاجی عبدالرحیم ولایتیؒ اور مفتی الٰہی بخشؒ جیسے سرآمد روزگار علماء ومشائخ تھے۔

الغرض علماء کو دیکھیے تو آپ کے جھنڈے تلے نظر آئیں گے، صلحاء کو دیکھیے تو آپ کی رکاب تھامے دکھائی دیں گے، عوام پر نظر ڈالیے تو آپ سے عشق ومحبت کا دم بھرتے ہوئے نظر آئیں گے، آپ کی مقبولیت کا اندازہ مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ کی اس تحریر سے بخوبی ہوتا ہے:

> ''جس وقت دعوت کی آواز ملکِ ہندوستان میں بلند ہوئی تمام ملک کے لوگ پروانوں کی طرح اس شمعِ ہدایت پر ہجوم کرنے لگے، یہاں تک کہ ایک ایک روز میں دس دس ہزار آدمیوں کی جماعت بیعت ہونے لگی، ان کا گروہ روز بروز بڑھتا گیا اور ہزارہا انسان اپنا دین چھوڑ کر اسلام سے مشرف ہوئے اور ہزارہا لوگوں نے مذاہبِ باطلہ سے توبہ کی، پانچ چھ برس کے عرصہ میں ہندوستان میں تیس لاکھ آدمیوں نے حضرت سے بیعت کی اور سفر حج میں تقریباً لاکھ آدمی بیعت سے مشرف ہوئے۔ ان سب لوگوں میں ہزارہا عالم ہیں اور ہزارہا عاقل اور سیکڑوں حافظ ہیں اور

www.abulhasanalinadwi.org

سیکڑوں مفتی اور بہتیرے جہاندیدہ ہیں اور بہتیرے کار آزمودہ۔اس سے صاف ظاہر ہوا کہ اللہ کے حضور میں ان کی بڑی مقبولیت اور تائید ہے کہ تمامی خلائق کا دل ان کی طرف بے اختیار کھنچا جاتا ہے اور وہ بے اختیار ہوکر مرید ہوتے ہیں" (۱)۔

مولوی عبدالاحد صاحبؒ رقمطراز ہیں:

"حضرت سیّد احمد صاحب کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زیادہ ہندو وغیرہ کفار مسلمان ہوئے اور تیس لاکھ مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور جو سلسلۂ بیعت آپ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء کے ذریعہ تمام روئے زمین پر جاری ہے، اس سلسلۂ میں تو کروڑوں آدمی آپ کی بیعت میں داخل ہیں"۔(۲)

حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی یہ تحریکِ اصلاح و جہاد آندھی طوفان کی طرح اٹھی، اور ابرِ کرم کی طرح ہندوستان کے اِس کنارہ سے اُس کنارہ تک برستی چلی گئی۔

علامہ سیّد سلیمان ندویؒ اس دورِ خزاں اور حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی تحریکِ جہاد کا حال ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"تیرہویں صدی میں جب ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی طاقت فنا ہو رہی تھی اور دوسری طرف ان میں مشرکانہ رسوم اور بدعات کا زور تھا، مولانا اسماعیل شہیدؒ اور حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی مجاہدانہ کوششوں نے تجدید دین کی نئی

---

(۱) رسالۂ دعوت مشمولۂ مجموعہ رسائل تسعہ از مولانا ولایت علی عظیم آبادی۔ صفحہ ۶۵

(۲) سیرت سیّد احمد شہیدؒ۔ صفحہ ۵۳۰، ۵۳۱ (بحوالہ سوانح احمدی)

www.abulhasanalinadwi.org

تحریک شروع کی۔ یہ وہ وقت تھا جب پنجاب پر سکھوں کا اور باقی ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا، ان دو بزرگوں نے اپنی بلند ہمتی سے اسلام کا علم اُٹھایا اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی، جس کی آواز ہمالیہ کی چوٹیوں اور نیپال کی ترائیوں سے لے کر خلیج بنگال کے کناروں تک یکساں پھیل گئی، لوگ جوق در جوق اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے، اس مجدّدانہ کارنامہ کی عام تاریخ لوگوں کو نہیں معلوم ہے کہ ان مجاہدوں نے سرحد پار ہو کر سکھوں سے مقابلہ کیا اور شہید ہوئے، حالانکہ یہ واقعہ اس پوری تاریخ کا صرف ایک باب ہے''۔(۱)

آگے چل کر وہ تحریر کرتے ہیں:

''اس تحریک نے اپنے پیروؤں میں للّٰہیت، خلوص، اتحاد، نظم وضبط، سیاست وتنظیم، ایثار وقربانی کا جوہر پیدا کر دیا، بنگال کی سرحد سے لے کر پنجاب تک، نیپال کی ترائی سے لے کر دریائے شور کے ساحل تک اسلامی جوشِ عمل کا دریا موجیں مار رہا تھا۔ حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے خلفاء ہر صوبہ اور ولایت میں پہنچ چکے تھے اور اپنے اپنے دائرہ میں تجدید اصلاح اور تنظیم کا کام انجام دے رہے تھے، مشرکانہ رسوم مٹائے جا رہے تھے، بدعتیں چھوڑی جا رہی تھیں، نام کے مسلمان کام کے مسلمان بن رہے تھے، وہ بھی جو مسلمان نہ تھے اسلام کا کلمہ پڑھنے لگے تھے، شراب کی بوتلیں توڑی

(۱) سیرت سیّد احمد شہیدؒ۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۳۵

www.abulhasanalinadwi.org

جارہی تھیں، تاڑی اور سیندھی کے خم لنڈھائے جارہے تھے، بازاری فواحش کے بازار سرد ہورہے تھے اور حق وصداقت کی بلندی کے لیے علماء حجروں سے، امراء ایوانوں سے نکل نکل کر میدان میں آرہے تھے اور ہر قسم کی ناچاری، مفلسی اور غربت کے باوجود تمام ملک میں اس تحریک کے سپاہی پھیلے تھے اور مجاہد تبلیغ اور دعوت میں لگے تھے''۔(۱)

آپ ذرا حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے خلفاء اور ارادت مندوں کی کوششوں پر نظر ڈالیے کہ کہاں کہاں ان سرفروشوں نے اسلامی تحریک کی داغ بیل ڈالی اور کن کن علاقوں میں دعوت وتبلیغ کا عظیم الشان کام انجام دیا؛ ریاست حیدرآباد، بمبئی، مدراس میں مولانا سید محمد علی رامپوریؒ اور مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ نے اصلاحِ عقائد اور تبلیغ ودعوت کے فرائض انجام دیئے۔ دہلی اور بہار وبنگال میں مولانا عنایت علی عظیم آبادیؒ، مولانا یحییٰ علی عظیم آبادیؒ اور مولانا احمد اللہ عظیم آبادیؒ نے تنظیمِ جماعت اور تحریکِ جہاد کی خدمت انجام دی۔ جونپور اور مشرقی اضلاع اور صوبوں میں مولانا کرامت علی جونپوریؒ، مولانا سخاوت علی جونپوریؒ، مولانا سیّد محمد ظاہر حسنی رائے بریلویؒ، مولانا خرم علی بلہوریؒ کے ارشاداتِ تبلیغ وہدایت نے ایمان ویقین کی فضا پیدا کردی۔ مولانا کرامت علیؒ جونپوری کے ہاتھوں لاکھوں انسانوں کی اصلاح ہوئی اور ہزاروں کی تعداد میں غیر مسلم مسلمان ہوئے، نیپال کی ترائی میں خصوصاً گورکھپور، گونڈہ، بستی میں مولانا جعفر علی نقوی بستویؒ نے اسلام کی روشنی پھیلائی، دینی تعلیم کو رواج دیا اور سب سے بڑھ کر خود حضرت سیّد احمد شہیدؒ، مولانا اسماعیل شہیدؒ، مولانا عبدالحی بڈھانویؒ کے وعظوں اور خطبوں اور اصلاحی دوروں اور مسلسل سفروں نے اور مکاتیب اور تصانیف نے ہندوستان کی کایا پلٹ

(۱) سیرت سیّد احمد شہیدؒ۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۴۱

www.abulhasanalinadwi.org

دی، شرک و بدعت کے مضبوط قلعوں کو ڈھایا، ان علماء اور خصوصی حضرات کے علاوہ حضرت شہیدؒ کے ہاتھوں میں جس نے بھی اپنا ہاتھ دیا وہ ایک پُر جوش داعی اور مبلغ بن کر اپنے اپنے علاقہ میں لوٹا اور ایمان و یقین کی روح پھونک دی۔

ہندوستان کے علاوہ افغانستان میں مولانا حبیب اللہ قندھاریؒ نے بھی اصلاح کا کام کیا اور تبت، چین، جاوا، مراکش اور عربی ممالک تک حضرت شہیدؒ کی دعوت تبلیغ اور تحریکِ جہاد کے علمبردار پہنچے اور اپنی ساری زندگی شرک و بدعت کے مٹانے، توحید و سنت کو رواج دینے اور جہاد کی روح پھونکنے میں صرف کردی۔ جہاد و تبلیغ کا سارا کام ۱۲۴۶ھ تک خود حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے زیر ہدایت اور زیر سایہ چلتا رہا۔ ۱۲۴۶ھ میں آپ کی قیادت میں مجاہدین کا یہ قافلہ بالاکوٹ کی سرزمین پر آخری مورچہ لینے ٹھہر گیا جن میں بڑے بڑے علماء اور اہل طریقت شامل تھے، آخر کار دشمنوں سے لڑتے لڑتے حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ اپنے کثیر رفقاء کے ساتھ شہید ہو گئے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

صادقینِ صادق پور

۲۱ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ کو بالاکوٹ میں حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور ان کے مجاہدین کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، اس حادثہ سے پہلے مختلف اوقات میں حضرت سیّد احمد شہیدؒ نے اپنے اُن اہل علم متبعین اور بعض ممتاز خلفاء کو جو آپ کی نیابت اور جانشینی کا حق رکھتے تھے، ہندوستان کے مختلف حصوں میں دعوت و تبلیغ کی خاطر روانہ کر دیا تھا کہ ان کے ذریعہ سے توحید و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کی

www.abulhasanalinadwi.org

بیخ کنی ہو، ان حضرات نے اپنے اپنے مقامات پر اور مختلف صوبوں اور علاقوں میں پھیل کر دین کی بیش بہا خدمات انجام دیں اور جب تک زندہ رہے لاکھوں انسانوں کی اصلاح کی اور ایمان ویقین کے چراغ جلائے۔ واقعۂ شہادت کے بعد حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی جماعت کے جو افراد بچے، اُن میں کچھ پہاڑوں اور وادیوں میں اصلاح وتبلیغ اور جہاد کی خاطر منتشر ہو گئے اور خاندان کے افراد اور کچھ مجاہدین نواب وزیرالدولہ والیٔ ٹونک کی دعوت پر ٹونک چلے گئے، بہت سے مجاہدین نے ستھانہ میں قیام کیا اور وہاں اپنا فوجی مرکز اور شرعی نظام قائم کر لیا اور مدتوں راہِ خدا میں جہاد کرتے رہے۔

جن جاں فروش اور کفن بردوش مجاہدوں نے حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے بعد ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پھر پھر کر تبلیغ ودعوت کا کام کیا اور تحریکِ جہاد کو زندہ رکھا اُن میں ممتاز ترین افراد ایسے عظیم المرتبت خاندان کے چشم وچراغ تھے جو محلّہ صادق پور، عظیم آباد (بہار) میں قیام پذیر تھے، جو باوجود مرفہ الحالی کے حضرت سیّد احمد شہیدؒ پر فدا اور دین کی خاطر اپنی جانوں، مالوں اور عزت وناموس کو قربان کرنے والے تھے، وہ جب تک جیتے رہے حضرت شہیدؒ کا دم بھرتے رہے اور جہاد کی آگ روشن کرتے رہے، اُن میں وہ بھی تھے جن کے عزم جواں اور یقیں محکم نے بہتے ہوئے دھارے کو موڑا، اُن میں وہ بھی تھے جو سراپا عشق ومستی بنے اور ان کے قدموں کو دار ورسن نے چوما، اُن کے گھروں کو مسمار کیا گیا، محلّہ کو کھیت بنا دیا گیا، اُن کو پھانسی گھر پہنچایا گیا اور ظلم وبربریت کے پہاڑ توڑے گئے، مگر اُن کے پائے ثبات کو لغزش نہ آئی۔

مولانا غلام رسول مہرؒ لکھتے ہیں:

> ''عظیم آباد کے تین خاندان تھے، جن کے زیادہ تر ارکان سیّد احمد شہیدؒ سے وابستہ ہوئے اور ان اصحاب نے وابستگی

www.abulhasanalinadwi.org

کے تقاضوں کو جس للّٰہیت اور اخلاص سے پورا کیا اور ان جیسی عظیم الشان قربانیوں کی توفیق بارگاہِ الٰہی سے پائی اس کی کوئی مثال ہمارے دورِ زوال کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ تینوں خاندانوں کو عظیم آباد میں اوّل درجہ کی امیری کا رتبہ حاصل تھا، وہ سب کے سب پشتوں سے انتہائی فارغ البالی اور راحت و آسائش کی زندگیاں بسر کر رہے تھے، لیکن سیّد صاحبؒ سے وابستگی کے بعد ان سب کے طرزِ حیات میں بنیادی تغیر پیدا ہو گیا اور انہوں نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے وقف کر دیا''۔(۱)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''بہت کم خاندان ہیں جن میں بیک وقت دعوت و تنظیم، جہاد و اجرائے جہاد کی سعادت نصیب ہوئی، سیّد صاحبؒ دونوں میدانوں کے یگانہ شہسوار تھے، عظیم آباد کے ان تین عظیم خاندانوں نے کم و بیش ایک صدی تک دونوں کام سنبھالے رکھے اور ایسی قربانیاں خوش دلی سے کیں جن کا تصور بھی ہمارے عہد میں قلوب پر لرزہ طاری کر دینے کے لیے کافی ہے۔ پھر یہ قربانیاں ایسی حالت میں کیں جب ان کے لیے کسی بھی حلقہ سے صدائے تحسین کی اُمید نہ ہو سکتی تھی بلکہ ہر فرد حکومت انگلشیہ کے خلاف جہاد کا نام سنتے ہی منزلوں دور بھاگتا تھا اور مجاہدین سے برائے نام تعلق کے لیے بھی تیار نہ تھا، لہٰذا ان بزرگوں کے خلوص اور للّٰہیت میں

---

(۱) سرگزشتِ مجاہدین۔ صفحہ ۳۵۳۔

www.abulhasanalinadwi.org

کسے کلام ہوسکتا ہے جنہوں نے جان پر کھیل کر گھٹا ٹوپ
اندھیرے میں اُمید کے چراغ روشن کیے''؟!(۱)

میدانِ جہاد میں

ان تینوں خاندانوں کے مرکزِ توجہ اور امام ومقتدا مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ تھے، جو حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے اجلہ خلفاء میں گزرے ہیں، وہ حادثۂ بالاکوٹ کے وقت حیدرآباد میں تھے اور حضرت شہیدؒ کی نیابت کررہے تھے، ان کو جس وقت بالاکوٹ کے حادثہ کی اطلاع ملی فوراً اپنے وطن پٹنہ پہنچے اور تبلیغ و جہاد کا کام اپنے ہاتھ میں لیا اور زمامِ قیادت سنبھالی اور اپنی روحانیت، تنظیمی قابلیت اور مسلسل جدوجہد سے مشرق سے مغرب تک تبلیغ و جہاد کی روح نئے سرے سے پھونک دی، لوگوں سے ازسرِنو بیعت لی، بیت المال قائم کیا، مرکزی مساجد میں واعظ اور خطیب مقرر کیے، ہندوستان کے دور دراز علاقوں میں اپنے مبلغ بھیجے، دیہات دیہات دورے کیے، آپ کا مکان اور محلّہ ایک معمور درسگاہ، ایک آباد خانقاہ اور ایک منظم تربیت گاہ بن گیا، جماعتِ مجاہدین کے مرکز ستھانہ سے تعلق قائم کیا اور دو مرتبہ خود ستھانہ تشریف لے گئے اور وہیں ۱۲۶۹ھ میں انتقال کیا۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بھائی مولانا عنایت علی عظیم آبادیؒ جماعت کے امیر مقرر ہوئے، اور انہوں نے ستھانہ میں رہ کر امارت وامامت کے فرائض انجام دیئے۔ ہندوستانی مقامات میں تبلیغ و جہاد کے نصب العین کو چلانے کی پوری ذمہ داری عظیم آباد ضلع پٹنہ کے اسی خاندان کے چشم و چراغ مولانا فرحت حسینؒ کے سپرد تھی، وہ باوجود کبرسنی اور ضعیف العمری کے جوانوں کی طرح پورے نظام کو چلاتے رہے۔ جب ضعف و ناتوانی حد سے بڑھی تو مولانا یحییٰ علی عظیم آبادیؒ کو

(۱) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۳۵۴

www.abulhasanalinadwi.org

سوات سے بلا کر یہ بارِ گراں اُن کے سر پر رکھا۔ مولانا عنایت علی عظیم آبادیؒ کا انتقال ۱۲۷۴ھ میں ہوا۔ اس درمیان مجاہدین کی ایک جنگ انگریزی فوج سے ہوئی جس میں مجاہدین کو فتح نصیب ہوئی۔ انگریز اپنی شکست سے بوکھلا گئے اور نئے سامان اور پورے جوش وخروش سے مجاہدین پر بھرپور وار کیا، جس سے مجاہدین کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، حتیٰ کہ اپنے مرکز کو چھوڑ کر دوسرا مرکز بنانا پڑا اور مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ کے فرزند اکبر مولانا عبداللہؒ نے مجاہدین کی کمان سنبھالی، انہوں نے اپنے دورِ امامت میں جن ابتلا اور آزمائشوں کا سامنا کیا، اپنوں کی بے وفائی اور بے گانوں کی سرکشی اور اپنی بے بسی کے ہمت شکن دور میں مجاہدین کی جس طرح قیادت کی وہ بڑے سے بڑا مضبوط جگر اور گردہ رکھنے والے کے بس میں بھی نہیں ہے۔

میدانِ جہاد میں قدم رکھنے والوں اور شمشیر زنی کا جوہر دکھلانے والے غازیوں میں عظیم آباد کے ان سپوتوں میں مولانا فیاض علی عظیم آبادیؒ بھی ہیں، جو مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ کے ساتھ سرحد گئے، بہادری کے جوہر دکھائے، مولانا عبداللہؒ کے دورِ امامت میں جنگ انبیلہ میں شرکت کی اور وطن سے دور مجاہدین ہی کے مرکز میں انتقال کیا۔

مولوی اکبر علیؒ مجاہدین کی اس جماعت میں شامل تھے جو حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے ہمراہ سب سے پہلے جہاد کے لیے گئی اور سرحد ہی میں انتقال کیا۔

مولوی قمرالدینؒ، مولانا ولایت علیؒ کے ماموں زاد بھائی تھے، وہ بھی حضرت شہیدؒ کے ساتھ سرحد گئے اور پیشاور میں راہِ خدا میں شہید ہوئے۔

مولوی باقر علیؒ جو راہِ خدا کے پہلے شہید کہلاتے ہیں وہ مولانا ولایت علیؒ کے چچازاد بھائی تھے، سترہ سال کی عمر تھی کہ حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے بیعت ہوئے اور جو رکاب تھامی تو آخر عمر تک نہ چھوڑی۔ حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے عشق ومحبت کا یہ

www.abulhasanalinadwi.org

حال تھا کہ سیّد صاحب کے گھوڑے کے ساتھ پیدل دوڑ رہے تھے، پیر میں کانٹا لگا مگر تکلیف کی پرواہ نہ کی، شدید تکلیف کے باوجود دوڑتے رہے، منزل پر پہنچ کر کانٹا نکالا، اکوڑہ کی جنگ میں شریک ہوئے، کیف و مستی کا یہ حال تھا کہ اپنی عزیز زندگی کی کچھ پرواہ نہ کی اور شوقِ شہادت میں مستانہ وار آگے بڑھتے جا رہے تھے، ان کے پاس دو پستول تھے، ایک کا نام ''بسم اللہ'' اور دوسرے کا نام ''عبداللہ'' تھا، حالتِ جنگ میں گولی لگی، زمین پر گرے، شہادت کے یقین سے چہرے پر مسکراہٹ کھلی اور اپنی کامیابی پر مسرور و شاداں ہوئے۔ جان دینے سے پہلے اپنے ساتھیوں سے کہا ''بھائیو! میرا کام تمام ہوا، اب تم میرے ہتھیار لے لو''۔

غرض کہ ان مبارک افراد نے آخر دم تک ایثار و قربانی کے ایسے ایسے نمونے پیش کیے جس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔

سلسلۂ دارورسن

مولانا عبداللہؒ امیر جماعت مجاہدین سرحد میں دشمنوں سے برسرِ پیکار تھے اور ان کے قریبی اعزاء ہندوستان میں جماعت کی تنظیم اور جہاد کے لیے مجاہدوں کو مرکز بھیجنے کا کام بڑے انہماک و توجہ سے اور قابلیت کے ساتھ کر رہے تھے لیکن ان کے دور میں ''وہابی کیس'' کے نام سے ہندوستان کے تمام مراکز کے مبلغوں، مجاہدوں اور کارپردازوں پر بغاوت کے مقدمے چلا دیئے گئے، گرفتاریاں شروع ہوئیں، اسیروں کے مکانات اور جائیدادیں بحق سرکار انگریزی ضبط ہو گئیں اور ماخوذین کی ایک تعداد کو ''کالا پانی جزیرہ انڈمان'' بھیج دیا گیا اور ان پر اندوہ ناک مظالم ڈھائے گئے۔ ان میں بھی عظیم آباد کے علماء کو امتیازی شان حاصل تھی، جن میں مولانا احمد اللہ عظیم آبادیؒ، مولانا یحییٰ علی عظیم آبادیؒ اور مولانا عبدالرحیم عظیم آبادیؒ ناقابلِ فراموش ہیں۔ ان بزرگوں کے ساتھ انہیں کے حلقہ بگوش

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا جعفر تھانیسریؒ بھی تھے جو حضرت سید احمد شہید کے ان دیکھے عاشق زار اور فدا کار تھے، مولانا احمد اللہؒ اور مولانا یحییٰ علیؒ کا انتقال جزیرۂ انڈمان ہی میں ہوا اور وہیں سپردِ خاک ہوئے اور مولانا عبدالرحیم بیس سال کے بعد اپنے گھر واپس ہوئے، مگر اس حال میں۔

چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ تھا
نہ پھول تھے نہ چمن تھا نہ آشیانہ تھا

جائیداد اور مکانات کا نام ونشان نہ تھا، پورا محلہ ہل چلا کر کف دست کی طرح بنا دیا گیا تھا، جیسے اس جگہ پہلے کچھ نہ تھا۔

اس مبارک خاندان کے افراد نے میدانِ جہاد سے لے کر جزیرۂ انڈمان تک جس محنت و جانفشانی اور عزم وحوصلہ سے کام لیا، اس کی شہادت مولانا غلام رسول مہرؒ کے الفاظ میں پڑھیے۔

> ''سیّد صاحبؒ نے ہندوستان کے طول وعرض میں احیائے دین اور اسلامیت کا جو عظیم الشان کارنامہ تھوڑی سی مدت میں انجام دیا تھا وہ دعوت وتبلیغ کی برکات کا ایک کرشمہ تھا، لہٰذا یقین ہے کہ یہ نظام بہت منظم اور وسیع ہوگا، سیّد صاحبؒ کی شہادت کے بعد بھی مدت دراز تک لوگ جہاد کی نیت سے سرحد پہنچتے رہے۔ کم از کم ۱۸۶۴ء تک اس سلسلہ میں کوئی فرق نہ آیا اور یہ اس نظام کی پختگی کا طبعی نتیجہ تھا جو سیّد صاحبؒ نے اپنی زندگی میں قائم کر دیا تھا۔ ۱۸۶۴ء میں جماعت کے اکابر گرفتار کر لیے گئے اور ان پر مقدمے چلے، پھر مقدموں کا قصہ کئی سال تک جاری رہا، اس کے بعد تحریک کی پہلی سرگرمی تو باقی نہ رہی، تاہم مجاہدین اِکا دُکا

www.abulhasanalinadwi.org

برابر سرحد پہنچتے رہے اور یہ سلسلہ اس وقت ختم ہوا جب انگریز ہندوستان سے رخصت ہو گئے۔"(۱)

بے مثال جدوجہد اور بے نظیر تنظیم وقابلیت

صادقین صادق پور نے جن کے اسمائے گرامی ابھی ابھی آپ نے پڑھے، عظیم قربانی اور بے مثال جدوجہد سے کام لیا۔ ایسی عظیم قربانیوں کی کسی خاندان میں شاذ و نادر ہی مثال ملتی ہے۔ ان حضرات نے جس ذوق وشوق، جس مردانگی وشجاعت اور جس تنظیم وقابلیت کے ساتھ تبلیغ وجہاد کی خدمات انجام دیں اور ایک منظم سلطنت کی طرح پورے نظام کو چلایا اس کا اندازہ حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کے الفاظ پڑھ کر کیجیے:

"یہ نظام اپنی وسعت واستحکام، مبلغین کی سیرت واخلاق اور جوش وایثار میں ایک بے نظیر نظام تھا، جس کی مثال مسلمانوں کے داخلۂ ہند سے لے کر اس وقت تک ہم کو ہندوستان کی تاریخ میں نہیں ملتی"۔(۲)

ڈاکٹر ولیم ہنٹر جو ان مجاہدین اور ان کی جدوجہد اور تحریکِ جہاد کا دشمن تھا، وہ اپنی کتاب میں اس اعتراف پر مجبور ہے کہ یہ حضرات سراپا اخلاص اور مجسم تنظیم وقابلیت اور عمل پیہم تھے، وہ باوجود مخالفت کے ان کے متعلق عزت وعظمت کے حسب ذیل الفاظ تحریر کرتا ہے:

"یہ لوگ مشنریوں کی طرح انتھک کام کرتے تھے، وہ بے لوث وبے نفس لوگ تھے جن کا طریقِ زندگی ہر شعبہ

---

(۱) جماعت مجاہدین۔ صفحہ ۶۱

(۲) سیرت سید احمد شہید۔ طبع اول صفحہ ۳۲۰

www.abulhasanalinadwi.org

سے بالاتر تھا اور روپیہ اور آدمی پہنچانے کی انتہائی قابلیت رکھتے تھے، ان کا کام محض تزکیۂ نفس اور اصلاحِ مذہب تھا۔"

ڈاکٹر ہنٹر اپنی اس کتاب میں دوسری جگہ اور زیادہ حقیقت پسندانہ اعتراف سے کام لیتا ہے، وہ لکھتا ہے:

"میرے لیے ناممکن ہے کہ میں عزت وعظمت کے بغیر ان کا ذکر کروں، ان میں سے بہت سے امیر تک مذہب کے لیے اپنی جانفشانی اور جوش قائم رکھتے، جہاں تک مجھے تجربہ ہے یہ یقینی ہے کہ وہابی مبلغین سب سے بڑے روحانی اور کم سے کم خودغرض نوع کے لوگ ہیں"۔

وہ تیسری جگہ تحریر کرتا ہے:

"مجاہدین کی ضرب سکھوں کے دیہاتوں پر شدید تھی لیکن وہ انگریز کافروں پر ضرب لگانے کے ہر موقع کا بڑی خوشی سے خیر مقدم کرتے تھے، انہوں نے کابل کی جنگ میں ہمارے دشمنوں کی مدد کے لیے ایک بڑی قوت بھیجی، صرف غزنی کے سقوط میں ان کے تین سو آدمیوں نے انگریزی سنگینوں سے شہادت کی خوشی حاصل کی"۔

ہنٹر ایک اور جگہ لکھتا ہے:

"صوبۂ متحدہ کے ایک انگریز کارخانہ دار نیل کا بیان ہے کہ اس کے دیندار مسلمان ملازم اپنی تنخواہ یا مزدوری کا ایک جزء ستھانہ کیمپ کے لیے علیحدہ کرکے رکھ لیتے تھے، جو لوگ زیادہ جری تھے وہ تھوڑے بہت زمانہ کے لیے ستھانہ جاکر خدمت کرتے تھے، جس طرح ہندو ملازم اپنے بزرگوں

www.abulhasanalinadwi.org

(پُرکھوں) کے شرارہ کے لیے چھٹی مانگتے تھے اسی طرح مسلمان ملازم یہ کہہ کر چند ماہ کی رخصت لیتے تھے کہ انھیں فریضۂ جہاد کے ادا کرنے کے لیے مجاہدین کے ساتھ شریک ہونا ہے، کوئی وہابی باپ اپنے کسی غیر معمولی دیندار بیٹے کے متعلق نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کس وقت (جہاد کے لیے) اس کے گھر سے غائب ہو جائے۔'' (مسلمانانِ ہند لرڈ اکٹر ہنٹر)

ان مجاہدین کا مقابلہ انگریزوں سے اس وقت پوری طرح ہوا جب انگریزوں نے سکھوں سے پنجاب حاصل کرلیا، اس وقت ہر ہر علاقہ میں انگریزوں سے بغاوت کا جذبہ پیدا ہو چکا تھا، اور مختلف جگہوں پر ان سے مسلح ٹکراؤ ہوا، انگریزی حکومت نے بیس مہمیں بھیجیں جن میں ساٹھ ہزار باقاعدہ سپاہی تھے۔ آخر کار ان لڑائیوں کے بعد انگریزی حکومت مختلف قبائل کو لالچ دے کر توڑنے اور مجاہدین کو بے دست و پا کر دینے میں کامیاب ہوگئی، ان پر حکومت کے خلاف سازش کرنے کا الزام لگایا، ان کو جلاوطن کیا گیا، ان کے گھروں کو تاراج کیا گیا اور ان کے مرکزوں کو نیست و نابود کر دیا گیا لیکن ان کو مطیع نہ بنایا جا سکا۔ ڈاکٹر ہنٹر کو اقرار ہے:

''پنجاب گورنمنٹ کو افسوس رہا کہ یہ مہم ختم ہوگئی اور ہندوستان کے مذہبی مجنوں نہ تو نکالے جا سکے اور نہ ہم انھیں مطیع کر کے ان کے گھروں کو ہندوستان واپس کر سکے۔''

انگریزوں کی حکومت صادق پور کے ان جاں فروش اور سربکف مجاہدین کی جدوجہد، جوش و ولولہ، شوق جہاد اور ذوقِ شہادت کے پیش نظر ان سے جیت تو نہ ہو سکی مگر اپنا غصہ ان روساء و شرفاء پر اُتارا جن کا کچھ بھی تعلق ان مجاہدین سے تھا

www.abulhasanalinadwi.org

اور جو چھپے کھلے تحریک جہاد اور سرحد کے مرکز سے ہمدردی رکھتے تھے اور مالی واخلاقی مدد کرتے تھے۔ اللہ کے ان بندوں نے سخت سے سخت آزمائش کے دور میں بھی جلاوطنی، جائیدادوں کی ضبطی، مکانوں کی بربادی، لرزہ خیز مظالم سہے اور پھانسی کے حکم کو نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ سنا اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کی لذت اور اسلام کے نشہ میں چور رہے اور اپنے زبانِ حال سے کہتے رہے۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ان میں کا جب کوئی موت سے ہمکنار ہوتا تو اسلام کی راہ میں جان دینے اور اللہ تعالیٰ کے نام پر سب کچھ لٹا دینے کی خوشی میں بے انتہا کیف ومستی کے عالم میں حضرت خُبیب کے وہ مشہور اشعار گنگناتا جو انہوں نے تختۂ دار پر جذب وشوق سے پڑھے تھے۔

فلستُ أُبالي حين أقتل مسلماً
على أيّ شق كان في الله مصرعي
وذٰلك في ذات الإلٰه وإن يشأ
يبارك على أوصال شلو ممزع

(اس حال میں کہ میں مسلمان مارا جاؤں، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ کسی پہلو میری موت آئے اور یہ سب اللہ ہی کے راستہ میں ہے اور اگر اللہ چاہے تو جسم کے ٹکڑے ٹکڑے میں برکت دے)

اللہ کے ان ہی بندوں کی تعریف میں گویا یہ آیت نازل ہوئی:

"مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً". (احزاب۔۲۳)

www.abulhasanalinadwi.org

(ان ایمان والوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ انھوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھلایا پھر ان میں کچھ وہ لوگ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور کچھ وہ ہیں جو (شہادت کے) مشتاق ہیں اور انہوں نے ذرا سا بھی ردّوبدل نہیں کیا)

راہِ حق میں جانبازی و جاں سپاری

صادق پور کے ان جانبازوں نے اپنی جانوں، اپنے مالوں، اپنی عزت و آبرو، اپنی مرفہ الحالی کی جس طرح راہِ حق میں قربانی دی اور مسلسل جدوجہد اور سراپا دعوت بن کر زندگی گزاری، اس کا ہلکا سا اندازہ غلام رسول صاحب مہرؔ کے ان تأثرات سے ہوتا ہے:

> ''بہت کم خاندان ہیں جنہیں بیک وقت دعوت و تنظیم جہاد اور اجرائے جہاد کی سعادت نصیب ہوئی، سیّد صاحب دونوں میدانوں کے یگانۂ شہسوار تھے۔ عظیم آباد کے ان تین خاندانوں نے کم وبیش ایک صدی تک دونوں کام سنبھالے رکھے اور ایسی قربانیاں خوش دلی سے کیں جن کا تصور بھی ہمارے عہد میں قلوب پر لرزہ طاری کر دینے کے لیے کافی ہے، پھر یہ قربانیاں اس حالت میں کیں جب ان کے لیے کسی بھی حلقہ سے صدائے تحسین کی اُمید نہ ہو سکتی تھی بلکہ ہر فرد حکومت انگلیشیہ کے خلاف جہاد کا نام سنتے ہی منزلوں دور بھاگتا تھا اور مجاہدین سے برائے نام تعلق کے لیے بھی تیار نہ تھا، لہٰذا ان بزرگوں کے خلوص اور للّٰہیت میں کسے کلام ہو سکتا ہے، جنہوں نے جان پر کھیل کر گھٹا ٹوپ

www.abulhasanalinadwi.org

اندھیرے میں اُمید کے چراغ روشن کیے، اسلامیت کی بحالی اور ملک کی آزادی کے لیے جدوجہد کی، ہزاروں داعی ہمارے زمانہ میں پیدا ہو گئے اور ان کی ستائش میں اہل قلم نے سیکڑوں صفحات سیاہ کیے لیکن ان میں سے کتنے ہیں جو ان بزرگوں کی برابری کا دم بھر سکیں!!'' (۱)

مولانا غلام رسول مہرؒ اپنی کتاب ''سرگزشت مجاہدین'' میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''ان مجاہدوں کے خاندان، گھربار اور جائدادیں تباہ ہوئیں، انھوں نے جیلوں کی تاریک کوٹھریوں اور انڈمان کی بھیانک وحشتناکیوں میں دن بسر کیے، ایک دوسرے سے دائمی مفارقت بھی قبول کر لی، یہاں تک کہ حقیقی بھائیوں کو عالمِ غربت میں قبروں کی یکجائی بھی نصیب نہ ہوئی، تاہم ان کی جبینِ عزیمت پر کبھی شکن نہ پڑی اور ان کے پائے استقامت میں کبھی لرزش نہ آئی۔ لاریب وہ انسانوں کی شکل میں فرشتے تھے جو ہماری بگڑی ہوئی تقدیر کو بنانے کے سلسلہ میں ایک صحیح عملی نمونہ پیش کرنے کی غرض سے اس دُنیا میں آ گئے تھے''۔ (۲)

عقیدۂ ظہور اور عشق و وارفتگی

مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ، ان کے رفقاء اور اعزہ، ہم وطنوں اور ہم خیال حضرات نے حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے عشق و محبت اور تعلق و وابستگی کا جو ثبوت دیا وہ ان کے زبان و قلم، تصورات و خیالات، مسلسل جدوجہد اور ذوقِ جہاد، شوقِ

(۱) سرگزشتِ مجاہدین۔ صفحہ ۳۵۴۔ (۲) ایضاً

www.abulhasanalinadwi.org

شہادت اور عمل و کردار سے ثابت ہوتا ہے، وہ زندگی بھر حضرت شہیدؒ کے قدم بقدم چلے اور ان کے بعد ان کے فراق و ہجر میں شب و روز گزارے اور جب فراق و ہجر میں اپنے دلِ بیتاب پر قابو نہ پا سکے تو بے اختیار ان کی زبان پر میر درد کے یہ اشعار آ جاتے۔

اتنا پیغام درد کا کہنا　　جب صبا کوئے یار سے گزرے
کون سی رات آپ آئیں گے　　دن بہت انتظار میں گزرے

حضرت سید احمد شہیدؒ کی شہادت کے بعد ان کے سارے منتسبین پر حیرت و استعجاب اور غم و افسوس کی کیفیت طاری ہو گئی تھی، جو جہاں تھا شہادت کی خبر سن کر اپنے حال میں نہ رہا، کچھ لوگ ایسے تھے جو سیّد صاحبؒ کے بغیر ایک لمحہ جینا گوارہ نہ کرتے تھے اور اُس راہ میں جان دے دینا گوارہ کرتے تھے جس راہ میں سیّد صاحبؒ نے جان دی، اس لیے کہ آپ کی صحبت بابرکت نے ان کے دلوں میں عشقِ الٰہی کا شعلہ اور شہادت فی سبیل اللہ کا ایسا ولولہ پیدا کر دیا تھا کہ ان کو اپنی جان وبالِ جان اور اپنا سر وبالِ دوش معلوم ہونے لگا تھا اور ان کے ہر بُن مو سے یہ صدا آئی تھی۔

جان کی قیمت دیارِ عشق میں ہے کوئے دوست
اس نوید جانفزا سے سر وبالِ دوش ہے

کچھ بے چین دل ایسے بھی تھے جن کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آپ کی شہادت کیسے اور کیوں ہوئی؟ بعض احوال و واقعات کی بنا پر وہ اس کے قائل ہو گئے تھے اور ان کی مجلسوں اور گفتگوؤں میں اس کا چرچا رہتا تھا کہ امیر المومنین کسی مصلحت سے روپوش ہو گئے ہیں اور ابھی بقید حیات ہیں اور یہ تصور و خیال ایک پختہ عقیدہ کی شکل اختیار کر گیا تھا، اس سلسلہ میں مولانا سیّد ابوالحسن علی صاحب ندوی، مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ کے وہ تأثرات نقل کرتے ہیں جو مولاناؒ نے اپنے رسالہ ''دعوت'' میں لکھے تھے:

www.abulhasanalinadwi.org

''ایک بڑا گروہ جن میں سرحد کے مقیم اور اہل صادق پور اور ان کے متوسلین تھے، سیّد صاحبؒ کی غیبت کا قائل، آپ کے ظہور کا منتظر اور آپ کے لیے چشم براہ تھا''۔(۱)

اس عبارت کے بعد جو مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کی ہے، مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ کا تاثر لکھتے ہیں:

''اس کے بعد اللہ رب العالمین نے لشکر اسلام کو شکست دی کہ ایمان والوں کے دل میں غرور کا میل جمنے نہ پائے، کفار کو دھوکہ رہے، مسلمانوں کی ترقی ہو جائے، قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آج تک جتنے اولوالعزم انبیاء گزرے ہیں، کوئی شکست کا صدمہ اٹھائے بغیر باقی نہ رہا، ہمارے حضرت کو بھی اللہ نے انبیاء کی نیابت نصیب کی ہے، ان کے لشکر پر شکست کیونکر نہ آئے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت کو چلہ گزاری ودُعا زاری کے لیے پہاڑوں میں بلایا اور دشمنوں کی آنکھ سے بچایا۔ سچ ہے کہ خلوت بھی اکثر انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔''(۲)

اور پھر اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے اور مثالیں دیتے ہوئے اخیر میں لکھتے ہیں:

''ہمارے حضرت کی خلوت کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی خلوت نہ سمجھے کہ کسی سے ملاقات نہیں ہوتی یا ان کے ظہور میں عرصۂ بعید گزرے گا، یہاں تو اکثر لوگ جب چاہتے ہیں تھوڑی سی کوشش میں حضرت کی زیارت سے مشرف ہوتے

---

(۱) سیرت سیّد احمد شہیدؒ جلد دوم۔ صفحہ ۴۴۳

(۲) سیرت سیّد احمد شہیدؒ جلد دوم۔ صفحہ ۴۴۳

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ عرصۂ قریب میں خورشید درخشاں کی مثل
ظاہر ہو کر عالم کو اپنے انوارِ ہدایت سے منور فرمائیں گے"۔(۱)

تذکروں میں متعدد واقعات ایسے ہیں جن سے ایک عرصہ تک لوگ یہی سمجھتے رہے کہ حضرت سیّد احمد شہیدؒ شہید نہیں ہوئے بلکہ روپوش ہیں اور وہ عنقریب ظاہر ہو جائیں گے۔ اس خیال و تصور کو تقویت اس بیان سے ہوئی تھی جو سیّد صاحبؒ نے اپنی ہمشیرہ سے فرمایا تھا کہ لوگ کہیں گے کہ سیّد احمد کا انتقال ہو گیا یا شہادت ہو گئی لیکن جب تک ہندوستان کا شرک، ایران کا رفض، سرحد و افغانستان کا غدر نہیں جائے گا میرا کام ختم نہیں ہوگا"۔

اس طرح بعض دوسرے حلقوں میں بھی یہ خیال پختہ ہو چکا تھا کہ سیّد صاحبؒ کی شہادت نہیں ہوئی، بلکہ ظہور ہوگا، ان حلقوں میں اس خیال کے ماننے والوں میں مولانا محمد جعفر تھانیسری مصنف "سوانح احمدیؒ" و "تواریخ عجیبہ" جو سیّد صاحبؒ کے سب سے بڑے سوانح نگار اور واقفِ حال تھے، دوسرے مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ قابل ذکر ہیں۔ مگر یہ عقیدہ سب سے زیادہ اہل صادق پور میں رائج تھا اور شہادت کے پچاس سال کے بعد بھی یہ باقی رہا اور ایک بڑی مدت گزرنے کے بعد اس میں اضمحلال پیدا ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل صادق پور مدت مدید تک حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے راستہ پر گامزن رہے اور جہاد و شہادت کا ذوق وشوق اور ایسے موقع پر مستی و سرشاری اور کیف و سرور باقی رہا، ان میں سے جو زندہ رہتا وہ حضرت سیّد صاحبؒ کے انتظار میں زندہ رہتا اور کارِ جہاد میں مشغول رہتا اور جو اپنی جان جان آفریں کے سپرد کرتا تو اللہ کے نام پر جان دینے اور اپنا سب کچھ لٹا دینے کی خوشی میں ایسا سرشار ہوتا کہ جس کی مثال نہیں ملتی، وہ حضرت حبیب کے مشہور اشعار سے اپنے دل کی پیاس بجھاتا اور بڑی مستی کے ساتھ پڑھتا۔

---

(۱) سیرت سیّد احمد شہید گ جلد دوم۔ صفحہ ۴۴۴

www.abulhasanalinadwi.org

فلستُ أُبالي حين أقتل مسلما
على أي شق كان في الله مصرعي
وذلك في ذات الإلٰه وإن يشأ
يبارك على أوصال شلو ممزع

(اس حال میں کہ میں مسلمان مارا جاؤں، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ کس پہلو میری موت آئے اور یہ سب اللہ ہی کے راستہ میں ہے اور اگر اللہ چاہے تو جسم کے ٹکڑے ٹکڑے میں برکت دے۔)

درسِ عبرت وموعظت

یہ ہیں وہ مجاہدین صادق پور جن کے روح پرور اور ایمان افروز حالات وکیفیات کا اجمالی حال آپ نے پڑھا۔ آنے والے صفحات میں اِن مبارک افراد کی داستانِ زندگی پیش کی جارہی ہے جس کے پڑھنے سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ ان میں کا ہر ہر فرد ایمان ویقین، صبر وعزیمت، زہد وتقویٰ، جرأت وہمت، نظم وقابلیت، ذوقِ جہاد اور شوقِ شہادت میں اپنی مثال آپ تھا، اور اقبالؒ کے حسب ذیل شعر کا صحیح مصداق۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے — جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا ودریا — سمٹ کے پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو — عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب ومقصودِ مومن — نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

(اقبال)

www.abulhasanalinadwi.org

باب دوم

غازیانِ دین

- مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ
- مولانا عنایت علی عظیم آبادیؒ
- مولانا عبداللہ غازی عظیم آبادیؒ

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ

مولوی فتح علی نام کے ایک صاحبِ علم بزرگ محلہ صادق پور عظیم آباد (پٹنہ) کے رہنے والے تھے جو والد ماجد کی طرف سے حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کی اولاد میں تھے، اور شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کا سلسلۂ نسب زبیر بن عبدالمطلب قرشی ہاشمی سے ملتا ہے، اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی سیّد تھے، اوائل عمری سے دیندار اور ذاکر شاغل تھے۔ جب حضرت سیّد احمد شہیدؒ پٹنہ تشریف لے گئے تو انہوں نے اپنے گھر مدعو کیا اور بیعت سے مشرف ہوئے اور کچھ عرصہ بعد حضرت سید احمد شہیدؒ کی خدمت میں ان کے وطن رائے بریلی آئے اور سوا سال قیام کیا، جب حضرت سید احمد شہیدؒ ہجرت کرنے لگے تو باوجود ضعف و کبرسنی کے ساتھ چلنے کی خواہش ظاہر کی مگر حضرت سید احمد شہیدؒ نے ان کو خلافت دے کر وطن جانے کا حکم فرمایا، امتثالاً للأمر وطن واپس ہوئے اور مالی و جانی مدد کرتے رہے۔ حادثۂ بالاکوٹ سے اتنے ملول ہوئے کہ برداشت نہ کر سکے اور خود واصل بحق ہو گئے، اپنے پیچھے تین عظیم المرتبت فرزند چھوڑے:

(۱) مولانا ولایت علی۔ (۲) مولانا عنایت علی۔ (۳) مولانا فرحت حسین

ولادت

مولانا ولایت علی ۱۲۰۵ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی آنکھیں ایسے

www.abulhasanalinadwi.org

گھرانہ میں کھولیں جو دینی و دُنیاوی لحاظ سے بہت بلند اور مثالی تھا، والد ماجد ایک صاحبِ علم و عمل اور صاحبِ قلب و نظر بزرگ تھے اور والدہ ماجدہ صوبہ بہار کے ناظم اور اپنے وقت کے بڑے رئیس رفیع الدین خاں کی صاحبزادی تھیں۔

تعلیم

چار سال کی عمر ہوئی تو شرفائے ہند کے معمول کے مطابق پڑھنے کے واسطے مکتب میں بٹھائے گئے، سات سال کی عمر میں آپ کو اتنی لیاقت ہوگئی کہ اپنے استاد (میانجی) سے تشفی نہیں ہوتی تھی تو آپ کے والد ماجد مولوی فتح علی نے خود سبق دینا شروع کیا، جب بارہ سال کے ہوئے تو آپ نے ''مختصرات'' سے فراغت حاصل کرلی، آخری کتابیں مولانا محمد اشرف سے لکھنؤ میں پڑھیں۔

مرفہ الحالی و فارغ البالی

مولانا کے نانا چونکہ ایک بڑے رئیس اور ناظم بہار تھے اور اپنے نواسہ کو بہت چاہتے تھے، اس لیے آپ کی ابتدائی زندگی بڑی مرفہ الحالی میں گزری، ہر وقت عمدہ ریشمی و زریں لباس یا ڈھاکہ کی جامدانی و تن زیب کا جوڑا زیب تن کرتے، کاکولین آہن تاب پشت پر پڑی ہوتیں، اونچی چولی کا انگرکھا مغرق بزر اور چوڑی دار پائجامہ زری کے کام کا، ٹخنے ڈھکے ہوئے پہنا کرتے اور صاحبزادوں کی طرح سونے کی انگوٹھیاں اور چھلّے انگلیوں میں ڈالے رکھتے اور خوشبو و عطریات سے بسے ہوئے رہتے۔

جب لکھنؤ پہنچے تو وہاں کے شوقین و خوش پوشاک رنگین مزاج نوجوانوں اور بانکوں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی زیارت

مولانا لکھنؤ میں زیر تعلیم تھے کہ حضرت سیّد احمد شہیدؒ مع اپنے خاص مریدوں مولانا اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحی بڈھانویؒ اور جماعت کے تشریف لائے۔ جگہ جگہ جلسے ہونے لگے، علماء وعوام جوق در جوق حضرت سید احمد شہیدؒ کی خدمت میں آنے لگے، اور فیضِ صحبت سے اپنی زندگیوں کو بدلنے لگے۔ مولانا کے استاد مولانا محمد اشرفؒ صاحب جو بڑے ذی استعداد اور عالی مرتبہ عالم تھے، حضرت سید احمد شہیدؒ کے شہرہ کو سن کر ملنے کے خواہشمند اور آپ کے فضل وکمال کو جانچنے کے آرزومند ہوئے اور اپنے شاگرد رشید کو بھیجا کہ وہ صحیح کیفیت معلوم کر کے آئیں۔ مولاناؒ حضرت سید احمد شہیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو "وما ارسلنک إلا رحمة للعالمین" فرمایا ہے، اس کی تفصیل کیا ہے۔ حضرت شہیدؒ نے پورے دو گھنٹے اس مسئلہ پر تقریر فرمائی، اس تقریر سے یہ دونوں حضرات بڑے متاثر ہوئے اور ان کو حضرت سید احمد شہیدؒ سے یک گونہ عقیدت ہوگئی اور پھر وہ دونوں بیعت ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت سید احمد شہیدؒ مع اپنے رفقاء کے رائے بریلی تشریف لے آئے اور مولانا ولایت علیؒ لکھنؤ میں اپنے استاد کے زیر سایہ تعلیم وتعلّم کا مشغلہ اختیار کیے رہے۔

عقیدت ومحبت اور گھر والوں کو حضرت سید احمد شہیدؒ سے بیعت ہونے پر آمادہ کرنا

باوجود اس کے کہ مولانا کو حضرت سید احمد شہیدؒ سے قلیل عرصہ کی صحبت

www.abulhasanalinadwi.org

وزیارت سے بے پایاں عقیدت پیدا ہوگئی تھی مگر حضرت سید احمد شہیدؒ کے لکھنؤ سے آجانے اور ایک مدت تک صحبت اکسیر کے نہ ملنے کی وجہ سے مولانا خالص علمی زندگی گزارتے رہے اور اُن کی رنگین مزاجی اور خوش پوشاکی میں فرق نہیں آیا صورت ولباس دونوں غیر شرعی رہے مگر محبت وعقیدت کا یہ حال تھا کہ جب حضرت سید احمد شہیدؒ حج کو تشریف لے جانے لگے اور مولانا نے یہ سنا کہ حضرت والا عظیم آباد (پٹنہ) ہوتے ہوئے کلکتہ اور وہاں سے حجاز تشریف لے جارہے ہیں تو اپنے والد ماجد اور دوسرے اہل خاندان کو خط لکھا کہ حضرت تشریف لارہے ہیں آپ سب حضرات ان کی زیارت وصحبت کو غنیمت جانیں اور ان سے بیعت ہوجائیں کہ ایسا پاکیزہ صفات اور برگزیدہ شخصیت کا مالک کوئی اور بزرگ نہ ملے گا۔

حضرت سید احمد شہیدؒ جب عظیم آباد (پٹنہ) پہنچے تو مولانا کے خط کے مطابق ان کے خاندان والوں نیز دوسرے عمائد اور علماء نے استقبال کیا، مولانا مظہر علیؒ، مولانا الٰہی بخشؒ نے جو محلہ صادق پور کے رئیس مشہور ذی وجاہت تھے، آپ کی دعوت کی اور بیعت سے مشرف ہوئے، ان کے علاوہ مولانا ولایت علی کے والد مولانا فتح علیؒ اور شاہ محمد حسینؒ بھی بیعت سے مشرف ہوئے اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ الغرض حضرت سید احمد شہیدؒ دو ہفتے تک قیام پذیر رہے اور ہزارہا بندگانِ خدا نے فائدہ اٹھایا اور صادق پور کا خاندان تو حضرت سید احمد شہیدؒ کی عقیدت ومحبت میں ڈوب گیا۔

حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی معیت اور زندگی میں صالح انقلاب

"۱۲۳۹ھ میں حضرت سیّد احمد شہیدؒ مع اپنی پوری جماعت کے حج سے واپس ہوئے اور کلکتہ سے رائے بریلی آتے ہوئے پھر عظیم آباد پٹنہ ٹھہرے، اس وقت مولانا ولایت علیؒ

www.abulhasanalinadwi.org

تعلیم سے فراغت حاصل کر کے اپنے وطن آ چکے تھے۔ باوجود اپنی تعلیم اور فضل وکمال کے زندگی میں اس وقت تک صالح انقلاب نہیں آیا تھا اور ان کی رنگین مزاجی اور خوش پوشاکی موجود تھی، صورت وشکل بھی غیر متشرع تھی مگر حضرت سید احمد شہیدؒ کی ایک بار کی زیارت اور حضرت کی توجہ نے ان کے دل کو عقیدت ومحبت سے بھر دیا تھا، اسی لیے انہوں نے اپنے مرشد کا استقبال اپنے شہر سے نکل کر کیا اور عقیدت وعظمت کے ساتھ ان کو اپنے گھر لائے اور ہمہ وقت ساتھ رہنے لگے، ان کی ظاہری شکل وصورت اور آزاد لوگوں کا لباس زیب تن کرتے ہوئے دیکھا گیا تو حضرت سید احمد شہیدؒ کے بھانجہ سیّد عبدالرحمٰن صاحب نے ان کی وضع قطع اور رہن سہن کی شکایت کی تو حضرت شہیدؒ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ قدیم ہمراہیوں میں شامل ہو جائیں گے اور یہ سب ظاہری صورت بدل جائے گی۔'' (۱)

''اس مرتبہ حضرت سید احمد شہیدؒ دس روز تک عظیم آباد (پٹنہ) میں مقیم رہے۔ جب اپنے وطن رائے بریلی تشریف لانے لگے تو مولانا ولایت علیؒ بھی ہمرکابی کے لیے تیار ہوئے اور سامانِ سفر لیا۔ اس وقت پھر سیّد عبدالرحمٰنؒ نے عرض کیا کہ یہ صاحب (مولانا ولایت علیؒ) ہمارے ساتھ جانا چاہتے ہیں، یہ ضرور ہم پر بار ہوں گے۔ حضرت شہیدؒ نے سن کر ارشاد فرمایا، نہیں یہ بڑے پُرانے رفیقوں سے بھی

---

(۱) سیرت سیّد احمد شہید۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۳۷۱

www.abulhasanalinadwi.org

بازی لے جائیں گے''۔(۱)

اور پھر اپنے ساتھ لیا اور رائے بریلی تشریف لے آئے۔

رمضان ۱۲۳۹ھ سے ۷/ جمادی الاخریٰ ۱۲۴۱ھ تک ایک سال دس مہینے وطن میں قیام فرمایا، اس پوری مدت میں مولانا ولایت علی خدمت میں رہے۔ ہمہ وقت کی اس رفاقت اور حسن عقیدت، خدمت وصحبت نے وہ رنگ دکھایا کہ ہر دیکھنے والا بھی حیرت میں پڑ گیا اور حضرت سید احمد شہیدؒ کی پیشین گوئی حقیقت بن کر سامنے آئی۔ مولانا ایک ایسے ماحول اور فضا میں شب وروز گزار رہے تھے جس میں ایک طرف دینی جذبات اور ایمانی کیفیات کی ترقی ونشوونما کا سامان تھا، دوسری طرف مجاہدے، سادہ اور سپاہیانہ زندگی کی تعلیم اور عملی مشق تھی۔ ایک طرف ذکر ونوافل، تذکیر ودعوت تھی تو دوسری طرف محنت ومشقت اور جفاکشی تھی مولانا بھی پوری طرح ان کاموں میں شریک ہو گئے اور حضرت شہیدؒ کی کیمیا اثر نظر اور خاص توجہ نے مولانا کو کیا سے کیا بنا دیا! وہ ان کے بھتیجے مولوی عبدالرحیم صادق پوریؒ کے لکھے ہوئے واقعہ سے معلوم کیجئے۔ مولوی عبدالرحیم صاحب اپنی کتاب ''الدرالمنثور'' میں لکھتے ہیں:

> ''آپ حسین قیام بریلی کے حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کی جماعت میں بھرتی تھے اور انہی سے حدیث پڑھا کرتے تھے، اور جب اپنی جماعت کے کام سے فرصت پاتے تو سیّد صاحب کی صحبت میں جا بیٹھتے یا تنہا نماز ودُعا میں مشغول رہتے۔ مولانا شہیدؒ نے اپنی جماعت میں آپ کو اپنا نائب مقرر کر دیا تھا، مگر آپ کو اسوۂ حسنہ نبویؐ سے ایسا ذوق حاصل ہو چکا تھا کہ آپ اپنی جماعت والوں کی آپ

---

(۱) سیرت سیّد احمد شہید۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۳۷۲

www.abulhasanalinadwi.org

خدمت کیا کرتے تھے اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر اور اپنے سر پر رکھ لایا کرتے، اور اپنے ہاتھوں سے کھانا پکاتے اور مٹی گارے کا کام خود انجام دیتے، چنانچہ اسی زمانے میں آپ کے والد نے ایک خدمت گار کو جو بچپن سے آپ کی خدمت میں رہتا تھا چار سو روپئے نقد و ملبوسات بیش بہا لے کر آپ کے پاس روانہ کیا۔ ملازم نے بریلی پہنچ کر سیّد صاحب کے قافلہ میں آپ کو دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ دریا کے کنارے وہ مٹی کا کام کر رہے ہیں۔ دریا کے کنارے بہت سے لوگ تعمیر مسجد و مکان قافلہ میں مصروف تھے، مولانا بھی ایک موٹا سا تہبند باندھے ہوئے گارے میں لتھڑے ہوئے کام میں مشغول تھے، آپ کی صورت ایسی متغیر ہوگئی تھی کہ یہ قدیم ملازم وہاں پہنچ کر اور آپ سے ہم کلام ہو کر بھی آپ کو نہ پہچان سکا، بلکہ مولوی ولایت علی صاحب کے خود اقرار کرنے پر اس کو تمسخر پر محمول کیا اور سخت ناراض ہوا، آخرش آپ نے فرمایا اچھا پھر جا کر قافلہ میں تلاش کرو۔ جب وہ قافلہ میں واپس آیا تو لوگوں نے اس کو یقین دلایا کہ مولوی ولایت علی عظیم آبادی وہی شخص ہیں جن سے تم دریا کنارے بات کر آئے ہو۔ تب وہ دوبارہ آپ کے پاس آ کر اپنی جسارت پر نادم و پشیمان ہوا اور آپ سے معافی چاہی۔ آپ نے اس کو گلے لگا لیا اور بہت اخلاق و تواضع سے پیش آئے۔ اس ملازم نے نقود و ملبوسات پیش کر کے ان کے استعمال کی آروز ظاہر کی اور آپ کی کیفیت دیکھ کر زار زار

www.abulhasanalinadwi.org

رونے لگا مگر آپ نے اسی روز رات آتے ہی نقود وملبوسات جیسے بندھے ہوئے آئے تھے سید صاحبؒ کے حضور میں رکھ کر خاموش چلے آئے۔ آخرش ملازم چند روزوں تک آپ کو اسی حالت میں دیکھ کر آپ سے رخصت ہوا۔ اور واپس آ کر آپ کے بزرگوں کو ساری کیفیت بیان کی۔ اس کیفیت کو سن کر آپ کے والد ماجد اپنے فرزند مولوی فرحت حسین کے ہمراہ بریلی پہونچے اور سید صاحب کی صحبت بیش بہا سے فیض یاب ہوتے رہے"۔(۱)

پھر جب سیّد صاحبؒ بطرف ملک افغانستان ہجرت کر کے جانے لگے تو مولوی فتح علی صاحب کو بوجہ کبرسنی اور مولوی فرحت حسین صاحب کو بوجہ صغرسنی پٹنہ کو واپس کر دیا اور ان کو خلافت و بیعت لینے کی اجازت عطا کی۔ مولوی ولایت علی صاحب مع مولوی عنایت علی و مولوی طالب علی صاحب اپنے حقیقی بھائیوں اور مولوی باقر علی صاحب، مولوی قمرالدین صاحب و میر عثمان علی صاحب اپنے قرابت داروں کے ہمرکاب سیّد صاحب ملک خراساں کو روانہ ہو گئے۔

میدانِ جہاد میں

حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی ہمرکابی میں مولانا اور ان کے حقیقی بھائی اور خاندان کے دوسرے افراد ہجرت کر کے دشوار گزار راستہ طے کرتے ہوئے سرحد پہنچے اور ایک مدت تک راہِ خدا میں نرم گرم سہتے رہے، اُن کو حضرت شہیدؒ سے عشق تھا، جو حکم ہوتا بلا چوں وچرا بجا آوری کرتے، کئی بار میدانِ جنگ میں تلوار کے جوہر دکھائے، کئی بار فقر و فاقہ، تنگی و بدحالی سے گزرے۔ شیدو کی جنگ کے بعد مجاہدین

(۱) الدرالمنثور۔ صفحہ ۱۴۹۔۱۵۰

www.abulhasanalinadwi.org

پر ایک وقت بڑا سخت آیا، فقر وفاقہ اور غربت و بے کسی سے کتنوں کو اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑے، ان میں مولانا کے حقیقی بھائی مولوی طالب علیؒ بھی تھے۔ غرض یہ کہ مولانا اور اُن کے خاندان والوں نے صبر وشکر، جرأت و جوانمردی، تبلیغ و جہاد اور راہِ خدا میں قربانی کی وہ مثالیں پیش کیں جن کا کوئی جواب نہ تھا۔

کابل کی سفارت

اسی درمیان حضرت سید احمد شہیدؒ نے مولانا کو کابل بھیجا، اس وقت کابل پر شاہ زماں اور ان کے وزیر دوست محمد خاں کی حکومت تھی، شاہ زماں اور اُن کے وزیر نے مولانا کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ مولانا کابل میں ڈیڑھ ماہ مقیم رہے، اس پوری مدت میں مولانا نے تبلیغ و جہاد کا مسلسل کام کیا، روزانہ جہاد کی تبلیغ کرتے، توحید وسنت کا وعظ کہتے، حضرت شہیدؒ کی خدمت میں حاضری اور راہِ خدا میں جان و مال کی قربانی کی ترغیب دیتے، مولانا حضرت شہیدؒ کی صحبت وخدمت کی وجہ سے توحید وسنت کے معاملہ میں کسی رورعایت کے قائل نہ تھے، نہایت صاف گو اور حق پسند تھے، اپنے وعظوں میں شرک وبدعت کی پوری وضاحت کرتے، توحید وسنت کی حقانیت ثابت کرتے، کابل میں ایک بار وعظ کہتے کہتے ایک برجستہ نظم پڑھی جس کا مطلع یہ تھا:

فرمود رسول آشکارا
من نیز برادرم شمارا

کابل میں ڈیڑھ ماہ قیام کر کے حضرت سید احمد شہیدؒ کی خدمت میں فائز ومرام واپس ہوئے، ہزاروں کے عقیدے درست کیے، عوام وخواص کو تبلیغ و جہاد پر آمادہ کیا، امراء اور عمائد سے بہتر تعلقات قائم کیے جس سے حضرت سید احمد

www.abulhasanalinadwi.org

شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد کو بڑا فائدہ پہنچا۔

ہندوستان واپسی اور ہمہ گیر تحریک تبلیغ و جہاد کی قیادت

ہندوستان سے روانگی سے لے کر سرحد تک پہونچنے اور وہاں کے قیام سے لے کر ہندوستان واپسی تک مولانا حضرت سید احمد شہیدؒ کی معیت، اُن کے حکم پر میدانِ جنگ میں شمشیر زنی، مختلف علاقوں میں دوروں اور دعوت و تبلیغ کا کام انجام دینے میں اپنا عزیز وقت صرف کرتے رہے۔ اس درمیان بڑی بڑی جنگیں ہوئیں اور مجاہدین کو فتح نصیب ہوئی اور ہندوستان سے قافلے پر قافلے آنے لگے، ڈمگلا اور شنکیاوی کی جنگوں کے بعد جب علماء اور خواص کے ساتھ درجنوں قافلے پہنچنے لگے تو حضرت سید احمد شہیدؒ نے مشورہ کے بعد اپنے بعض خواص اور معتمد علیہ علماء کو ہندوستان بھیجا تا کہ وہاں کے مختلف علاقوں میں دعوت و تبلیغ جہاد کی تحریک کو عام کریں اور اسی سلسلہ میں آپ نے مولانا محمد علی رامپوری اور مولانا ولایت علی عظیم آبادی کو تبلیغ و دعوت کے لیے حیدرآباد روانہ کیا۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کی جدائی ان حضرات پر بہت شاق تھی، خصوصاً مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ اس جدائی سے بہت بے چین ہوئے اور ساتھ رہنے کی آرزو ظاہر کی مگر حضرت سید احمد شہیدؒ نے ہمت دلائی، دُعا دی اور خیر و برکت کا یقین دلایا۔ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

> ''آپ (حضرت سیّد احمد شہیدؒ) جماعت کے افراد میں سے جس فرد میں جو نمایاں خصوصیت و استعداد دیکھتے تھے وہی خدمت اس کے سپرد فرماتے تھے اور اس کی اسی استعداد کی ہمت افزائی اور سرپرستی فرماتے تھے، بعض بعض ممتاز افرادِ

www.abulhasanalinadwi.org

جماعت کو جہاد بالسیف کے بجائے آپ نے تبلیغ ودعوت اور اصلاح وتربیت پر مامور فرمایا اور باصرار ان کو اس مہم پر روانہ کیا اور واقعات نے ظاہر کردیا کہ وہ ان کے پورے اہل تھے اور ان کی ذات سے ہزاروں بندگانِ خدا کو ہدایت ہوئی، چنانچہ مولانا سیّد محمد علی رامپوریؒ اور مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ کو سرحد سے ہدایت واصلاح کے لیے جنوبی ہند بھیجا اور ان کے حق میں دُعائے خیر فرمائی اور ان کی کامیابی کی اُمید ظاہر کی۔ مولانا ولایت علی صاحبؒ پر سیّد صاحبؒ کی جدائی بہت شاق تھی، آپ نے فرمایا ہم آپ کو تخم کرکے اُٹھاتے ہیں۔ چنانچہ لوگوں نے دیکھا کہ ہدایت واصلاح کا یہ تخم کیسا بارآور ہوا اور ان دونوں بزرگوں بالخصوص مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ نے بالاکوٹ کے حادثہ کے بعد سیّد صاحبؒ کی نیابت اور جماعت کی تنظیم وامارت کا کام کس کامیابی اور خوش اسلوبی سے انجام دیا''!(۱)

مولانا ولایت علی صاحب کا حضرت شہیدؒ سے تعلق اور ادب واحترام، کمالِ اتباع کا حال مولانا غلام رسول مہر کے الفاظ سے ملاحظہ کیجیے وہ لکھتے ہیں:

''مولوی ولایت علی عظیم آبادیؒ کے متعلق راویوں کا بیان ہے کہ سیّد صاحب کے تعلق میں ان کی حیثیت وہی تھی جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں ہو۔'' (سیّد احمد شہیدؒ)

مولانا ولایت علی صاحب امیر المومنین حضرت سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو دین کے تمام معاملات میں اپنے لئے طبیب حاذق سمجھتے تھے اور یہ یقین رکھتے

(۱) سیرت سید احمد شہید جلد دوم۔ صفحہ ۵۲۲

www.abulhasanalinadwi.org

تھے کہ ہمارے فائدے اور نقصان کو وہ خوب سمجھتے ہیں۔ اور پوری طرح خیر خواہ ہیں۔ مولانا کے یہی وہ احساسات وخیالات تھے جنہوں نے باوجود دل کی بے چینی و بے قراری، اور حضرت سید احمد شہیدؒ کی جدائی کے تصور کے باوجود ہندوستان کے سفر پر آمادہ کر دیا اور اللہ کا نام لے کر روانہ ہو گئے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ نے روانہ کرتے ہوئے اپنی ٹوپی، کرتا اور پائجامہ پہنا کر سینے اور پشت پر ہاتھ پھیرا، اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، دُعا کی کہ اللہ تمہاری مدد فرمائے اور پھر وصیت فرمائی کہ کلمۂ حق کے بیان میں کسی کا خوف اور لحاظ نہ کرنا۔ سیّد کرامت اللہ اور مولوی عبدالقادر اور مولوی عبدالواحد کو ان کے ہمراہ کیا، یہ تینوں حضرات مولانا کے ہم وطن تھے، مولانا روانہ ہوئے تو آنکھوں میں آنسو تھے، حضرت سید احمد شہیدؒ کے منور چہرے پر نظر ڈالتے اور جھکا لیتے، سلام کر کے رخصت ہوئے، بمبئی آئے پھر حیدرآباد گئے، حیدرآباد پہنچتے ہی مولانا نے دعوت واصلاح کا کام شروع کر دیا اور دیکھتے دیکھتے گلی گلی آپ کا شہرہ ہونے لگا، لاکھوں آدمی آپ کے وعظ ونصیحت سے توحید وسنت کے پابند ہونے لگے۔

رجوع عام اور نواب مبارز الدولہ کی ارادت وبیعت

مولانا کا شہرہ سن کر نواب ناصر الدولہ نظام حیدرآباد کے بھائی نواب مبارز الدولہ نے چند علماء کو حقیقت حال کی تحقیق کی خاطر بھیجا، ان علماء نے آپ سے چند سوالات کیے اور جوابات سے مطمئن ہو کر بیعت وارادت سے مشرف ہوئے، نواب مبارز الدولہ نے مولانا کے وعظ کے عمومی تاثر کو سن کر مولانا کو دعوت دی اور ملاقات کر کے خود بھی تشفی حاصل کی اور بیعت سے سرفراز ہوئے، مولانا نے نواب کو محرمات کو ترک کرنے اور شریعت کی پابندی کی تاکید کی، نواب کی زندگی

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا کی صحبت اور نصیحت اور توجہ کی وجہ سے یکسر بدل گئی، محرمات سے توبہ کرلی اور امورِ شریعت کے پوری طرح پابند ہوگئے۔ نواب نے چار سے زیادہ بیویاں رکھ چھوڑی تھیں، چار سے زیادہ کو طلاق دے دی۔

مولانا حیدرآباد اور اس کے نواح میں تبلیغ و جہاد کا کام کرتے رہے، عوام وخواص میں آپ کی مقبولیت بڑھتی رہی، آپ کے مواعظ اور آپ کی صحبتوں سے توحید وسنت کا ایسا فروغ ہوا جس کی مثال دور دور تک نہیں ملتی۔

حضرت سید احمد شہیدؒ کی پیشین گوئی پوری طرح صحیح ثابت ہوئی۔ شرک وبدعت کے مراکز توحید وسنت کے مراکز بن گئے، جو لوگ نام کے مسلمان تھے وہ راہِ خدا میں جان دینے والے بن گئے جو فرائض کے تارک تھے وہ شب زندہ دار ہوگئے، عیاشی کے اڈّے سُونے پڑ گئے، شراب کی دوکانیں بند ہوگئیں، جن نوجوانوں کی ناشائستہ حرکتوں اور غنڈہ گردیوں سے شرفاء کی عزتیں تک محفوظ نہ تھیں وہ دوسروں کی عزتوں کے محافظ اور باوقار اور نیک بن گئے۔

مولانا کے خلاف اہلِ بدعت کی سازش اور نواب کی گرفتاری

مولانا کی محبوبیت، مقبولیت، توحید وسنت کی اشاعت اور اصلاحِ عقائد کی بڑھتی ہوئی تحریک سے اہلِ بدعت اور دُنیا داروں میں کھلبلی مچ گئی، وہ مولانا کی عزت وناموس کے پیچھے پڑ گئے، انہوں نے دو کام کیے:

۱ :- عوام میں مولانا کے خلاف غلط باتیں مشہور کیں، ان کے صحیح عقیدہ کو غلط، ان کی کوششوں کو دُنیا سازی بتلایا۔

۲ :- نواب مبارز الدولہ جو مولانا کے مرید اور پشت پناہ تھے، ان کے اور ان کے بھائی نواب ناصر الدولہ جو حیدرآباد کے حکمراں تھے، کے درمیان شکایات کرکے خلیج پیدا کردی اور انگریزوں نے اس معاملہ میں حسب دستور سازشی کردار

www.abulhasanalinadwi.org

ادا کیا اور ان کو انگریزی حکومت واقتدار کے لیے بڑا خطرہ سمجھ کر نظام حیدرآباد پر دباؤ ڈالا کہ نواب مبارزالدولہ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف کارروائی کی جائے، نواب مبارزالدولہ کو گرفتار کرلیا گیا اور انگریزی چھاؤنی میں ان کو قید کردیا گیا۔ ان کی گرفتاری سے حکومت اور رعایا دونوں میں ایک انتشار اور بدگمانی کی فضا پیدا ہوگئی، سازشی اپنی سازش میں کامیاب ہوئے، مولانا اس صورتِ حال سے بڑے بددل ہوئے۔ ابھی یہ فضا قائم ہی تھی کہ بالاکوٹ کے حادثہ کی خبر ملی، جس نے مولانا کے دل ودماغ کو بہت زیادہ متاثر کردیا۔

حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی شہادت اور مولانا پر تحریک کا بار

اِدھر حضرت سید احمد شہیدؒ کی شہادت، مجاہدین کی افراتفری، مسلمانوں کی مایوسی سے مولانا متاثر تھے کہ گھر سے والد ماجد مولوی فتح علی کے انتقال کی خبر ملی، مولانا ان تینوں حادثوں ۱۔ حیدرآباد کی موجودہ غیر موافق حالت ۲۔ بالاکوٹ کے حادثہ اور اپنے محبوب مرشد اور امام کی شہادت ۳۔ شفیق والد کے انتقال کو ثابت قدمی اور صبر وتحمل سے برداشت کیا اور نہ صرف یہ کہ برداشت کیا بلکہ تینوں ذمہ داریوں کو سنبھالا۔ تحریک جہاد کی قیادت، خاندانی کاروبار اور جائیداد کی ذمہ داری، مخالفین سے نمٹنے کی خدمت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور پورے یقین، مسلسل جدوجہد اور سخت محنت سے کام لیا۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

مولانا انہیں تین اصولوں کو لے کر تحریکِ تبلیغ ودعوت اور تحریکِ جہاد کو لے کر آگے بڑھے، پہلی فرصت میں حیدرآباد چھوڑ کر جبل پور پہنچے، وہاں سے برہانپور، سیونی سنگ پور ہوتے ہوئے اور راستہ میں تبلیغ وجہاد کا کام کرتے ہوئے

www.abulhasanalinadwi.org

وطن پہنچے اور پورے انہماک اور جوش وخروش سے تبلیغِ دین کا منظم سلسلہ شروع کیا۔ بہار، بنگال، اُڑیسہ، جبل پور، الٰہ آباد کے علاقوں میں جم کر کام کیا، آپ کا طریقِ دعوت یہ تھا کہ خود اور آپ کے مقرر کیے ہوئے داعی ایک ایک گاؤں میں جاتے، مسلمانوں کو پابند شریعت کرتے، سنتوں کا احیاء کرتے، مسجدیں آباد کرتے۔

دَرس وتدریس

مولانا اپنے مکان پر نمازِ ظہر سے نمازِ عصر تک قرآن وحدیث کا درس دیتے، آپ کے فرزند اکبر مولوی عبداللہ صاحب قاری ہوتے، دوسرے علماء تفسیریں لے کر بیٹھتے، قرآن مجید اور "بلوغ المرام" کا لفظی ترجمہ پڑھتے پڑھاتے، اس کے ساتھ اصلاحِ باطن اور تزکیۂ نفس، تعلیم سلوک فرماتے رہتے۔ نمازِ صبح کے بعد لوگوں کو توجہ دیتے، صدہا آدمی اس حلقہ میں شرکت کرتے، آپ نے افہام وتفہیم کی خاطر بہت سے رسائل بھی تصنیف فرمائے، جن سے عوام وخواص کو بڑا فائدہ پہونچا اور لوگوں کی زندگیوں میں بڑی تبدیلی آئی اور بدعات پر دورِ خزاں آ گیا اور ایمان کی بادِ بہاری چلنے لگی اور ان کے شیخ ومربی حضرت سید احمد شہیدؒ کی یاد تازہ ہوگئی۔

اِشاعتِ دین واِحیائے سنت

مولانا نے اپنے وطن میں دو سالہ دور اس طرح گزارا کہ درس وتدریس، اصلاحِ باطن کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ، تحریکِ جہاد کو جلا دینا، اور اسی کے ساتھ اشاعت دین اور احیائے سنت آپ کا خاص مشغلہ رہا۔ اپنے مرشد اور شیخ کامل حضرت سید احمد شہیدؒ کے نقش قدم پر چل کر سیکڑوں مردہ سنتوں کو زندہ کیا۔ خاندان کے افراد دوسروں کی طرح رسوم ورواج کے شکنجوں میں کسے ہوئے تھے، مولانا

www.abulhasanalinadwi.org

نے رسوم ورواج کی بیڑیوں کو توڑا۔ بیواؤں کے نکاح کو عیب سمجھا جاتا تھا، مولانا نے بیواؤں کے نکاح کرائے۔ جمعہ اور جماعت سے لوگ آزاد تھے، مولانا نے جمعہ اور جماعت قائم کی، سب سے پہلے خود عمل کیا تاکہ دوسرے لوگ سبق لیں اور ان کے لیے آسانی پیدا ہو جائے۔

۱۔ مولوی اکبر علی صاحب کی بیوہ اہلیہ کا اپنے بھائی مولوی عنایت علی کے ساتھ غائبانہ نکاح پڑھا کر بھائی کے پاس بنگال بھیج دیا۔

۲۔ ایک شخص عبدالغنی کا عقد ایک بیوہ عورت سے تعلیم القرآن کو مہر قرار دے کر کر دیا۔

۳۔ اپنے دو صاحبزادوں مولوی عبداللہ اور مولوی ہدایت اللہ کا اپنی دو بھتیجیوں کے ساتھ اس سادگی سے نکاح پڑھایا کہ گھر میں موجود کپڑے پہنا دیئے اور وہ کپڑے بھی پیوند لگے ہوئے تھے، کوئی نیا کپڑا دولہنوں کے لیے نہیں بنوایا، یہ سنت پانچ ہزار آدمیوں کے سامنے ادا کی۔

۴۔ بہار کے شرفاء میں تعدد ازدواج معیوب سمجھا جاتا تھا، مولانا نے اپنے خاندان میں ایسی دو شادیاں کرائیں اور ان میں تمام برادری اور عقیدت مندوں کو دعوت دے کر اتباعِ سنت کی ترغیب دی۔

پٹنہ سے بنگال

مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ پٹنہ میں دو سال قیام کر کے بنگال تشریف لے گئے، راستہ کے اکثر قصبات اور دیہاتوں میں تحریکِ جہاد کو زندہ کیا۔ کلکتہ پہنچ کر جماعت کی تنظیم نو کی، اپنے مواعظ وارشادات سے لاکھوں نفوس کو ایمان ویقین کی دولت سے مالا مال کیا۔ کلکتہ سے سورج گڑھ گئے اور وہاں کچھ دن قیام کیا، اسی

www.abulhasanalinadwi.org

اثناء میں مولانا نذیر حسین دہلویؒ مولانا کی خدمت میں آئے اور ان کی خدمت وصحبت میں بیٹھ کر اور وعظ وارشاد کو سن کر بہت متاثر ہوئے، دل میں علم دین کا شوق پیدا ہوا اور شاہ اسحٰق صاحبؒ کی خدمت میں جا کر حدیث کی تکمیل کی۔

مولانا کے مسلسل دوروں اور وعظ وارشاد سے بنگال میں تبلیغ و جہاد کا بڑا کام ہوا، عوام وخواص حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد میں شامل ہونے لگے، حضرت سید احمد شہیدؒ کی شہادت اور حادثۂ بالاکوٹ سے جو افسردگی چھا گئی تھی وہ ختم ہوگئی اور بنگال کے کمزور دنہتے نوجوان شعلۂ جوالہ بن گئے اور رنگروٹوں کی شکل میں ستھانہ (سرحد) کے مرکز جانے لگے اور روپیوں، پیسوں اور ہتھیاروں سے بڑی مدد پہنچانے لگے، ان بنگالیوں کے جذبۂ جہاد اور ذوقِ عبادت اور دین کی خاطر جان و مال کی قربانی کا اعتراف انگریز مصنفین اور اس وقت کے اہل قلم نے کھلے دل سے کیا ہے، جن کا ذکر اگلے صفحات میں جا بجا آئے گا۔

حج وزیارت

مولانا کلکتہ سے مع اہل وعیال کے عازمِ حج ہوئے، کلکتہ کی بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہوئے اور مختلف مقامات پر اُترتے اور اصلاح وتبلیغ کا کام کرتے ہوئے بمبئی پہنچے۔ بمبئی میں دو ماہ قیام کیا، اس دو ماہی قیام میں ہزاروں اشخاص بیعت وارادت سے سرفراز ہوئے اور اہل علم طبقہ نے علمی استفادہ کیا۔ دو ماہ کے بعد اپنے منجھلے بھائی مولانا عنایت علی عظیم آبادیؒ کو اپنا نائب بنا کر جہاز پر سوار ہوگئے۔ جن جن مقامات پر جہاز رکتا مولانا اُترتے اور اپنے مواعظ سے مسلمانوں کو مستفید کرتے۔ ان سارے مقامات کے عرب باشندے مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے، مولانا کی باتوں سے متاثر ہو کر اکثر بیعت وارادت

www.abulhasanalinadwi.org

سے مشرف ہوئے۔

مولانا جب مکہ مکرمہ پہنچے، عمرہ سے فارغ ہوکر اہل علم اور عمائد مکہ سے ملنے لگے، اس وقت علمائے مکہ میں شیخ عبداللہ سراج حدیث کے فن میں استاد تھے۔ مولانا ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، حدیث کی سند لی، خود شیخ عبداللہ سراج فرماتے تھے:

''مولانا نے حدیث کے لفظوں کی سند مجھ سے لی اور معانی کی سند میں نے مولانا سے حاصل کی۔''

مولانا نے حج وزیارت کی سعادت حاصل کر کے اور بکثرت علماء ومشائخ سے مل کر اور عوام وخواص کو اپنے مواعظ سے مستفید کر کے عرب کے دوسرے علاقوں کا دورہ کیا، خصوصاً نجد، یمن، عسیر، مسقط، حضرموت اور بریدہ کا دورہ کیا اور پھر ہندوستان واپس ہوئے، یمن میں قاضی علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ سے سند حدیث حاصل کی۔

کلکتہ پہنچ کر بنگال کا پھر دورہ کیا اور جہاد کا صور پھونکتے ہوئے اپنے وطن پٹنہ واپس ہوئے۔

میدانِ جہاد میں

مولانا نے اپنے وطن میں کچھ عرصہ قیام کیا، پھر سرحد میں مجاہدین کے مرکز ''ستھانہ'' تشریف لے گئے۔ مولانا مرکز کیوں تشریف لے گئے؟ کن حالات میں تشریف لے گئے؟ جانے کے کیا تقاضے تھے؟ ان کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ سرحد کے حالات کا نقشہ پیش کر دیا جائے:

حضرت سیّد احمد شہیدؒ نے مولانا کو سرحد سے اپنی زندگی میں بغرض تبلیغ

www.abulhasanalinadwi.org

واصلاح اور جہاد کے سلسلہ میں تعاون کی خاطر ہندوستان بھیجا تھا، مولانا نے ہندوستان کے بڑے کامیاب دورے کیے اور حادثۂ بالاکوٹ کے بعد پوری تحریک کی قیادت کی اور مجاہدین کو برابر امداد پہنچاتے رہے، لیکن حضرت سید احمد شہیدؒ کی شہادت کے بعد اگرچہ سرحد میں جہاد کا سلسلہ چلتا رہا مگر اہلِ تعلق افسردہ خاطر اور پراگندہ ہو چکے تھے، کچھ لوگ شہید ہو چکے تھے، جو بچے تھے ان میں ایک طبقہ مایوسی کا شکار ہو چکا تھا، کچھ لوگ حضرت سید احمد شہیدؒ کے غیبوبت کے قائل ہو کر تلاش وجستجو میں لگ گئے اور جو مجاہدین حضرت شہیدؒ کے نقش قدم پر چل کر راہِ جہاد پر گامزن تھے وہ تین کوس کے فاصلے پر ''انگرائی'' نام کے گاؤں میں خیمہ زن ہو گئے، شکست خوردگی، فقر و فاقہ، مسلسل محنت اور بے حد تکان نے مجاہدین کو نڈھال کر رکھا تھا، ایک کارواں تھا مگر بے امیر، ایک جماعت تھی مگر بے قائد، اسلام کے سپاہی تھے مگر سپہ سالار نہ تھا، بالاکوٹ پر سکھوں کا قبضہ تھا، مجاہدین رکتے رکاتے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کا سفر کرتے، نہایت دشوار گزار راستہ سے ہوتے ہوئے ''کوہانہ'' کے مقام پر پہنچے اور اس کو اپنا مرکز بنایا اور شیخ ولی محمد کو اپنا امیر بنایا اور جہاد کا کام شروع کیا، مگر سکھوں کے خوف اور انگریزوں کے ڈر سے مقامی باشندوں نے ساتھ نہیں دیا بلکہ ریشہ دوانیاں کرنے لگے، مجاہدین ان حالات کے پیش نظر ''کوہانہ'' چھوڑ کر ''پنجتار'' گئے، جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے زمانہ میں مدتوں تک مجاہدین کا مرکز رہا تھا، اور جس کی زمین کا چپہ چپہ چار سال تک مجاہدین کی سرگرمیوں کا نقطۂ پیکار بنا ہوا تھا لیکن بہت عرصہ تک پنجتار میں بھی مجاہدین کا قیام نہ رہ سکا اور مجاہدین کو ''استھانہ'' جانا پڑا، جہاں کے سادات نے اوّل سے آخر تک ان مجاہدین کا ساتھ دیا تھا اور تعلق ووابستگی کا حق ادا کر دیا تھا۔ شیخ ولی محمد اگرچہ امیر تھے مگر سارے کام مولوی نصیر الدین منگلوری کیا کرتے تھے، گویا عملی طور پر وہی امیر تھے، ان کی سرکردگی میں مجاہدین نے لڑتے ہوئے کئی

www.abulhasanalinadwi.org

معرکے سر کیے اور تبلیغ و جہاد کا کام بخیر و خوبی ہوتا رہا، باوجود سادات کی وفاداری کے مقامی باشندے جن کا تعلق مختلف قبائل سے تھا، اپنی ریشہ دوانیوں سے باز نہیں آئے جس کی وجہ سے ''اگرور'' میں مقیم مجاہدین کے کاموں میں قدم قدم پر رکاوٹ پیدا ہوتی رہی، مجاہدین ''ستھانہ'' میں تین سال تک باطمینان جہاد کا کام کرتے رہے لیکن مقامی باشندوں نے سازش کر کے مولوی نصیر الدین منگلوری کو شہید کر دیا، ان کی شہادت سے علاقۂ سرحد میں مجاہدین کا کاروبارِ جہاد سرد پڑ گیا، مجاہدین نے میر اولاد علی صاحب کو اپنا امیر بنایا اگرچہ ان کی قیادت میں ۱۰/۸ سال تک کوئی قابلِ ذکر کارنامہ مجاہدین نے نہیں کیا، لیکن وہ تحریک جہاد کو زندہ کیے رہے اور مجاہدین کو منتشر نہ ہونے دیا۔ اسی زمانہ میں مولوی نصیر الدین دہلوی ہندوستان میں تبلیغ و جہاد کا کام کر رہے تھے، اور مولانا ولایت علی عظیم آبادی و مولانا عنایت علی عظیم آبادی اور مولانا محمد علی رامپوری سے رابطہ قائم رکھے ہوئے تھے، انہوں نے جب سرحد کے مجاہدین کی کمزوری کو سنا تو ایک جماعت تیار کی اور ۱۲۵۰ھ میں جے پور اور ٹونک ہوتے ہوئے سندھ پہنچے اور پیر کوٹ میں جو پیر پگاڑو کا مرکز تھا قیام کیا اور سیّد اسمٰعیل برادر زادۂ حضرت سید احمد شہیدؒ کو لے کر جو پہلے سے مقیم تھے دورے شروع کر دیئے اور ہندوستان کے اکابر کو خطوط لکھتے رہے، کچھ عرصہ بعد ستھانہ پہنچ کر زمام امارت سنبھالی اور جہاد شروع کر دیا۔ خدا کا کرنا کہ ابھی پوری طرح سرگرم عمل نہیں ہو سکے تھے کہ وقت موعود آ گیا اور ان کی وفات ہو گئی، ادھر ان کی وفات ہوئی، ادھر ایسی طغیانی آئی جس نے مجاہدین کے مرکز کو تباہ کر دیا جس کو مولوی نصیر الدین صاحب نے اپنا مستقر بنایا تھا، اس دوہرے حادثہ سے مجاہدین ایسے بے سروسامان ہوئے کہ سلسلۂ جہاد ٹھپ ہو کر رہ گیا، مجاہدین کی دلجمعی اور جہاد فی سبیل اللہ کو پوری طرح تقویت پہنچانے کے لیے ضروری تھا کہ کوئی صاحبِ علم، جہاندیدہ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کی معتمد علیہ

www.abulhasanalinadwi.org

شخصیت قیادت کو سنبھالے، اس وقت سب سے زیادہ بھاری بھرکم اور مذکورہ بالا صفات کی حامل شخصیت صرف مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ کی تھی کہ وہ ہر طرح اس کے اہل تھے کہ گرتے ہوئے علَم کو سنبھالیں، حضرت شہیدؒ کے ارادتمندوں اور راہِ جہاد کے مسافروں کی نظر بھی بار بار ان پر پڑ رہی تھی اور خود مولانا از سر نو ایک مضبوط مرکز قائم کرنے کے لیے بے چین اور فکرمند تھے، سرحد کے اکابر سے رابطہ بھی قائم کیے ہوئے تھے اور موجودہ حالات سے باخبر بھی تھے۔ خدا کی شان ادھر مجاہدین کے یہ حالات تھے ادھر سکھوں کی حکومت روبزوال ہو رہی تھی، رنجیت سنگھ کی اولاد، رنجیت سنگھ کے چالیس سالہ دورِ حکومت کا عروج قائم نہ رکھ سکی، آپس کی لڑائیوں نے اینٹ سے اینٹ بجادی، مرکزی حکومت کی بدنظمی کا اثر ان سارے علاقوں پر پڑا جو اس کے زیر اثر تھے، خصوصاً ''ہزارہ'' اور ''کاغان'' کے رؤساء ظلم و تعدی سے تنگ آچکے تھے، انہوں نے جب سکھوں کی خانہ جنگی اور حکومت کی بدنظمی و ابتری دیکھی تو آزادی کے لیے سر پیر مارنے لگے۔ زیریں ہزارہ کے رؤسا نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر سیّد اکبر شاہ استھانوی کو آزاد شدہ علاقہ کا بادشاہ بنالیا، یہی وہ افراتفری کا زمانہ ہے جس میں سیّد ضامن شاہ والی کاغان نے مولانا ولایت علی عظیم آبادی کو تشریف لانے اور زمام قیادت سنبھالنے کی دعوت دی اور عرض کیا کہ تشریف لاکر اسلامی حکومت کے استحکام کا بندوبست کریں، مولانا کو جب یہ پیغام پہنچا تو خود تشریف لے جانے سے یہ بہتر سمجھا کہ پہلے منجھلے بھائی مولانا عنایت علی کو بھیجیں، مولانا عنایت علی اس وقت بنگال میں تھے، ان کو سرحد جانے کا حکم ملا تو دو ہزار مجاہدین کو لے کر عظیم آباد پہنچے، جس سے انگریز حکام کو تشویش پیدا ہوئی، مولانا ولایت علی صاحب نے اپنی دوراندیشی سے ان کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں کردیں اور یکے بعد دیگرے ان کو سرحد روانہ کرنا شروع کردیا، یہ سلسلہ چار پانچ ماہ چلتا رہا، ان ٹولیوں کے رئیسوں میں مولانا عنایت علی

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب اور مولانا کے صاحبزادے مولوی عبداللہ بھی تھے۔ پہلی ٹولی کے ساتھ جمادی الاخریٰ ۱۲۵۹ھ میں مولوی عبداللہ صاحب اور رمضان ۱۲۵۹ھ میں مولانا عنایت علی صاحب دوسری ٹولی کے ساتھ روانہ ہوئے اور اواخر ۱۲۶۱ھ میں سرحد پہنچے اور ۱۲۶۴ھ تک کاغان اور اس کے متعلقات پر قابض رہے، نواب وزیرالدولہ والی ٹونک نے اس موقع پر سات ہزار روپے دیئے تھے، مولانا عنایت علی صاحبؒ نے اس درمیان بالاکوٹ سے سکھوں کو باہر کر دیا جو مجاہدین مختلف علاقوں میں منتشر تھے وہ مولانا عنایت علی کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے، مقامی باشندوں نے بیعت جہاد کر لی اور ہزارہ کے لوگ ساتھ ہو گئے۔ ۱۲۶۱ھ ذی الحجہ میں بالاکوٹ پر قبضہ کیا اور وہیں ان کو امیر جہاد تسلیم کیا گیا، اس کے بعد پورے اعتماد اور قوت کے ساتھ مختلف کامیاب جنگیں لڑیں اور اسلامی حکومت کی سرحد ''نواں'' شہر سے لے کر سکندر پور کے قریب تک پہنچ گئی، احتساب اور انسداد جرائم کا سلسلہ بھی شریعت کے مطابق قائم کر دیا گیا، جا بجا مفتی مقرر کیے گئے، خود مولانا عنایت علی صاحب کا مرکز ''فتح گڑھ'' تھا جس کا نام بدل کر ''اسلام گڑھ'' کر دیا گیا۔ مجاہدین کی حکمرانی ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک قائم ہو چکی تھی، بڑے سے بڑے سرکش رئیس سپر ڈال چکے تھے کہ اس حالت میں مولانا عنایت علی صاحب نے مولانا ولایت علی عظیم آبادی کو سازگار ماحول کی اطلاع کی اور تشریف لانے کی دعوت دی۔

مولانا ولایت علی صاحب کی سرحد روانگی داخلہ اور شاندار استقبال

مولانا ولایت علی صاحب ایک بڑی جمعیت اور آزمودہ کار مجاہدین اور علماء

www.abulhasanalinadwi.org

کے ساتھ اپنے وطن سے روانہ ہوئے اور اپنی نیابت کی خاطر اپنے چھوٹے بھائی مولوی فرحت حسین کو پٹنہ میں چھوڑا اور تمام ذمہ داریاں ان کے سپرد کیں، مولانا کے ہمراہ مولوی فیاض علی، مولانا یحییٰ علی، مولوی اکبر علی صاحبان بھی سرحد روانہ ہوئے، مولانا مختلف علاقوں کا سفر کرتے ہوئے پنجاب سے گذرے اور ۱۷ر شوال ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۹ر اکتوبر ۱۸۴۶ء کو سرحد میں داخل ہوئے، مولانا کے ساتھ ایک بڑے قافلہ کے ساتھ اسباب، ہتھیار، گھوڑے اور اونٹ بھی تھے، مولانا کا استقبال مانگلی میں ہوا جو مجاہدین کی ابتدائی سرحد تھی، مجاہدین نے مولانا کے نمودار ہوتے ہی بندوقیں چلائیں اور نذریں پیش کیں، قلعہ مانسہرہ کے باہر سلامی دی، بندوقیں قرابینیں اور چھوٹی توپیں سر کیں، راستہ میں تمام قبائل اور ان کے سرداروں نے استقبال کیا، مانسہرہ سے نومیل آگے۔ اترشیشہ میں مولانا عنایت علی صاحب نے ہندوستانی مجاہدین اور روہیلہ سپاہیوں کے ساتھ استقبال کیا۔

دونوں بھائیوں کے گلے ملتے وقت لوگوں کا اتنا ہجوم تھا کہ نگاہ کام نہیں کرتی تھی، دونوں بھائیوں نے کھلے میدان میں اپنی اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر دیر تک خدا کے آگے فریضۂ شکر ادا کیا اور حاضرین حمد وثنا کرتے رہے۔

۱۹ر شوال ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۱ر اکتوبر ۱۸۴۶ء کو فتح گڈھ (اسلام گڈھ) کے قلعہ میں داخل ہوئے اور علماء، روساء، خوانین اور جاگیرداروں نے نذریں گذرائیں۔

مولانا ولایت علی صاحبؒ کی امارت

۲۴ر شوال ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۲ر اکتوبر ۱۸۴۶ء کو جمعہ کے دن مولانا عنایت علی صاحب نے امارت کا پورا کاروبار مولانا کے سپرد کر دیا، مولانا نے جمعہ کی مجلس میں بیعت کے بعد بآواز بلند فرمایا ''میں اپنی طرف سے اپنے چھوٹے بھائی

www.abulhasanalinadwi.org

(عنایت علی صاحب) کو تمام مجاہدین کا سردار بناتا ہوں اور تمام انتظامات سابقہ دستور کے مطابق ان کے حوالے کرتا ہوں۔"

مولانا کے پہنچنے اور مجاہدین کے امیر بننے کے بعد مجاہدین میں نیا جوش اور عزم وحوصلہ پیدا ہو گیا، ان کو حضرت شہیدؒ کا مبارک زمانہ یاد آ گیا، وہ مولانا کے گرد اس طرح جمع ہوئے جیسے پروانے شمع کے گرد جمع ہو جاتے ہیں، ایمان ویقین کی ضرورت محسوس ہونے لگی، اور جہاد اور شہادت کا شوق انگڑائیاں لینے لگا۔

دب کی جنگ اور مجاہدین کو شکست

مولانا کی امارت کے زمانہ میں مجاہدین کی حکومت مانگلی سے مشرق میں مظفر آباد اور شمال میں کاغان تک تھی۔ مجاہدین کا جمع ہونا اور جہاد میں مشغولی، مولانا ولایت علی صاحب کی امارت، اور مجاہدین کی بڑھتی ہوئی طاقت کو انگریز برداشت نہ کر سکے اور انھوں نے اپنا پرانا حربہ پھر استعمال کیا، قبائل کے امراء اور رؤساء کو لالچ دے کر ان کو مجاہدین کی بالادستی کا خوف دلا کر مجاہدین سے بدظن کر دیا اور سکھوں کو طاقت پہنچا کر ان کی حکومت بحال کر دی، ان کو مجاہدین کے سامنے پورے ساز وسامان کے ساتھ لا کھڑا کیا، یہ انگریزوں کی پشت پناہی، سکھوں کی یلغار، قبائلی سرداروں کی بے وفائی اور مجاہدین سے اچانک علیحدگی نے مجاہدین کو غریب الوطنی کا شکار کر دیا، دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا، مجاہدین نے جی جان سے مقابلہ کیا مگر

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

اس جنگ میں مجاہدین کو شکست ہوئی، ان کی جمعیت کو ایک بڑا دھکہ پہنچا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا نے جب یہ صورتحال دیکھی تو اپنے مرکز کو تبدیل کرنا زیادہ مناسب سمجھا کہ موجودہ مرکز اب اس قابل نہیں رہا تھا کہ مجاہدین وہاں سکون سے قیام کر سکتے اور جہاد کا عظیم کام کر سکتے، اس لیے سیاسی، دینی اور جنگی مشیت سے یہی مناسب تھا کہ ایسے علاقہ کو اپنا مرکز بناتے جہاں ان کے ساتھ تعاون کیا جا سکے، اس لیے مولانا نے سوات کا ارادہ کیا اور اپنے وفادار ساتھیوں کو لے کر کوچ کیا، سادات ستھانہ اب بھی مولانا کے وفادار تھے، مگر وہ بھی مقامی باشندوں کی بے وفائی، انگریزوں کی جاسوسی اور چالبازی سے سکھوں کے حملہ کو روک نہ سکے۔

مولانا کا محاصرہ اور وطن واپسی پر مجبوری

سوات جانے کے لیے انگریزوں کی عملداری سے گذرنا ضروری تھا، ناچار یہ اقدام کیا گیا، مولانا اور مجاہدین انگریزوں کی عملداری میں داخل بھی ہوئے تھے کہ انگریزی فوجوں نے محاصرہ کر لیا اور مولانا سے کہا گیا کہ وہ سوات نہیں جا سکتے، اگر جانا چاہیں تو لاہور جائیں، مولانا لاہور جانے پر آمادہ نہ تھے اور سوات کا عزم کیے تھے مگر انگریزی فوجوں نے اسے بالکل منظور نہیں کیا اور لاہور جانے، پھر وطن واپسی پر مجبور کیا، چار و ناچار مولانا لاہور تشریف لائے، اس وقت لاہور کا کمشنر جان لارکس تھا، اس نے دو منزل آگے بڑھ کر مولانا اور مجاہدین کا استقبال کیا اور ان کی شجاعت اور ہمت و جرأت کی داد دی، کچھ دنوں لاہور میں قیام رہا اور مجاہدین کے ہمراہ اپنے وطن پٹنہ تشریف لائے۔

مچلکے اور ضمانت

پٹنہ میں قدم رکھتے ہی انگریز کمشنر نے آپ کو مطلع کیا کہ گورنمنٹ کا حکم ہے

www.abulhasanalinadwi.org

کہ آپ دونوں بھائیوں سے دو دو سو روپئے کے مچلکے دو سال کے لیے طلب کیے جائیں۔ مولانا نے مچلکے داخل کر دیئے، مچلکے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ انگریزوں کو آپ کی طرف سے بہت خطرہ تھا، وہ آپ کے جہاد، سیاسی سوجھ بوجھ، عوام میں محبوبیت و مقبولیت سے خوفزدہ تھے کہ کب انگریزوں کو آپ کے سامنے پسپائی اٹھانی پڑے۔ ۱۸۴۷ء میں سر ہنری لارنس نے یہ کاروائی قلم بند کی:

''مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی پنجاب میں ''غازی دین'' اور ''مجاہد اسلام'' کے لقب سے مشہور ہیں، ان کو اپنے مکانوں میں پٹنہ میں نظر بند رکھا جائے، پٹنہ کے مجسٹریٹ نے ان سے ضمانت لی اور جماعت کے دوسرے بہت سے دولتمند ارکان سے بھی نیک چلنی کے مچلکے لیے''۔(۱)

ڈاکٹر ہنٹر نے آپ کے اور آپ کے خاندان کے متعلق لکھا ہے:

''ان کی تبلیغ تھی کہ غیر اسلامی اقتدار کے تحت مسلمانوں کو زندگی گزارنے کی شرعاً اجازت نہیں، جہاں غیر مسلم کی حکومت ہو وہاں صرف دو صورتیں ہیں؛ اگر قدرت ہو تو جہاد، ورنہ ہجرت، اس کے سوا کوئی صورت نہیں۔ جماعت کے مبلغین اور پٹنہ کے پیشوا حکومتِ ہند کے خلاف علانیہ تبلیغ و جہاد کرتے تھے۔''(۲)

مولانا نے جس وقت مچلکے اور ضمانت داخل کی اس وقت تقریباً پورا شہر آپ کی زیارت کی خاطر کمشنر کی کوٹھی پر جمع ہو گیا، مولانا مچلکے داخل کر کے اپنے گھر تشریف لائے اور حسبِ سابق وعظ و نصیحت، تعلیم و تربیت میں مشغول ہو گئے۔

---

(۱) سیرت سید احمد شہید طبع اول صفحہ ۳۲۶۔
(۲) ایضاً

www.abulhasanalinadwi.org

ہجرت و جہاد کی یاد میں

مولانا سرحد سے اپنے وطن مجبوراً واپس ہوئے تھے، واپس نہیں ہوئے تھے بلکہ واپس کیے گئے تھے، مولانا کو اپنی واپسی کا بہت رنج وغم تھا، اکثر دوپہر، رات کو سجدہ ریز ہوتے اور نہایت بے چینی و بے قراری کے ساتھ اس ملک سے ہجرت اور اللہ کے راستہ میں جہاد کی دعائیں کرتے تھے اور ہجرت و جہاد کے فراق میں اکثر بیتاب ہوہو کر شعر پڑھتے ؎

خدا کے واسطے اب کی نکالو مت گلستان سے
مرا دامن بندھے تو باندھ دو گل کے گریباں سے

مولانا عبدالرحیم صاحب عظیم آبادیؒ ''تذکرۂ صادقہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس دو سال کے عرصہ میں سابق وعظ ونصائح اور مراقبہ ومشاہدہ میں مصروف ہو گئے اور صوبہ جات میں واسطۂ ہدایت دورو سیر کرنے لگے اور مبلغین کو مختلف اضلاع وصوبہ جات میں روانہ فرمایا، چنانچہ چند ماہ کے بعد مولانا عنایت علی کو پھر ملک بنگالہ میں روانہ کیا، مگر جناب کو ہندوستان میں واپسی کا نہایت رنج وملال تھا، اکثر دوپہروں اور راتوں کو زیر آسماں کھڑے ہوکر اور کبھی سجدہ میں سر رکھ کر نہایت بے قراری و اضطراب کے ساتھ اس ملک سے نکلنے کی دعا کرتے رہے''۔

پُر تاثیر وعظ

مولانا اپنے وطن میں دو سال رہے، اس دو سالہ قیام کے دوران منگل کے

www.abulhasanalinadwi.org

دن اپنے مکان پر وعظ فرماتے، کمرہ میں ایک طرف تقریباً پانچ سو عورتیں ہوتیں اور دوسری جانب پانچ چھ ہزار کے قریب مرد ہوتے جن میں عوام وخواص دونوں شامل ہوتے، بڑے بڑے علماء اور فضلاء جمع ہوتے، یہ وعظ بڑا پُر تاثیر ہوتا، لوگوں کی حالت دِگرگوں ہو جاتی، اگر قیامت کا بیان ہوتا تو سامعین کی آنکھوں کے سامنے اس کی تصویر کھنچ جاتی، اہل علم اپنی اپنی حیثیت سے مستفید ہوتے۔

رمضان کے معمولات

جب رمضان کا مہینہ آتا تو آپ کے معمولات بدل جاتے، اکثر وقت عبادت میں صرف ہوتا، ذکر وتلاوت آپ کی غذا ہوتی، نماز تراویح دو عشروں تک اوّل شب میں مسجد میں ہوتی اور آخری عشرہ میں آخر شب میں مکان پر ہوتی، جس میں مرد وعورت دونوں شریک ہوتے، ایک طرف مرد دوسری طرف عورتیں، ہوتیں۔

ہجرت

جب مچلکہ کی میعاد ختم ہونے کو آئی تو ہجرت کا شوق اور بڑھا، بڑھا اور بڑھتا ہی گیا، میعاد کے ختم ہوتے ہی ہجرت کا ارادہ کیا اور اس کی تیاری کرنے لگے، ہجرت کے تصور سے اتنے بے خود ہو جاتے کہ جھومنے لگتے، جب میعاد کے دن پورے ہوئے تو آپ نے اپنے دولت خانہ کو خوب سجایا، اور نہایت آراستہ وپیراستہ کیا، اصطبل میں بہترین گھوڑوں کو باندھا، کبوتروں سے کبوتر خانہ کو سجایا، دیکھنے والوں کو گمان ہونے لگا کہ آپ اب دنیا میں پھنس گئے اور جہاد وہجرت سے کوئی سروکار نہیں رہا، مگر آپ ''دست بکار دل بیار'' کے مصداق تھے۔ چند ہی دنوں میں دامن جھاڑ کر کھڑے ہو گئے، مچلکہ کی میعاد اگست ۱۸۴۹ء میں ختم ہوئی

www.abulhasanalinadwi.org

اور مولانا ستمبر ۱۸۴۹ء میں بارادۂ ہجرت وطن کو چھوڑ کر سرحد روانہ ہو گئے۔ مولانا یحییٰ علی اور چند اصحاب کو ساتھ لیا، اپنے صاحبزادے مولوی عبداللہ اور مولوی فیاض علی کو حکم دے گئے کہ ایک ہفتہ کے اندر اہل وعیال کو لے کر ضلع گڈھانہ میں آملیں، مولانا کے ہمراہ دو ڈھائی سو افراد تھے، مولانا کا وطن میں سب کچھ تھا، ریاست تھی، اثر ورسوخ تھا، کام کا وسیع میدان تھا، جہاں وہ جا رہے تھے وہاں سنگلاخ زمینوں اور پہاڑوں، بے وفا لوگوں اور تکلیفوں کے سوا کچھ نہ تھا، مگر اللہ کی راہ میں تکلیف کا مزہ کچھ اور ہی ہوتا ہے، عشق ومحبت کا سودا وہ سودا ہے جو انسان کو سب کچھ مٹانے اور قربان کرنے پر راضی کر دیتا ہے، عشق ومحبت کا یہی سودا ان کو اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لیے پھر لے گیا، مولانا غلام رسول مہر مولانا کی ہجرت کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

> ''مولانا ولایت علی اس گھرانے کے فرزند تھے جو بہار کے رؤساء میں شمار ہوتا تھا، بہت بڑی جائداد کے مالک تھے اور ان کے تمام اقرباء بھی رؤساء میں محسوب تھے لیکن دیکھیے عشقِ حق اور خدمتِ دین کے جذبۂ صادقہ نے کس طرح ان سے سب کچھ چھوڑ دیا اور اُس زندگی کی تڑپ دل میں پیدا کر دی جس میں تکلیفوں، اذیتوں اور پریشانیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہ کارنامے صرف اربابِ عزیمت انجام دے سکتے ہیں، مولانا ولایت علی اور ان کے اکثر اقرباء سیّد صاحب کے فیض تربیت سے یقیناً اربابِ عزیمت کا درجہ حاصل کر چکے تھے''۔(۱)

مولانا نے جس وقت اپنا مکان چھوڑا تو مکان کے در ودیوار یاس وحزن کی

(۱) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۲۵۵

www.abulhasanalinadwi.org

آماجگاہ بن گئے۔ آپ کا جو دولت خانہ صدہا مرد و عورت، مہمانوں سے بھرا رہتا تھا یکسر خالی ہو گیا۔

مولانا پٹنہ سے روانہ ہو کر گڈھا نہ جو سات کوس غرب کی جانب ہے ٹھہرے، پھر دانا پور، اس کے بعد آرہ پھر غازی پور پہنچے۔ غازی پور میں مولانا محمد فصیح صاحب نے مولانا کا بڑا اکرام کیا، وہاں سے روانہ ہو کر گاؤں گاؤں، شہر شہر وعظ و نصیحت کرتے قنوج پہنچے۔

قنوج میں

مولانا نے قنوج میں کچھ عرصہ قیام کیا، اس وقت نواب سیّد صدیق حسن صاحب کے والد ماجد مولانا اولاد حسن صاحب جو حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے مجاز اور خلیفہ بھی تھے، قنوج میں مقیم تھے، نواب صدیق حسن کی عمر بہت کم تھی، وہ مولانا کی آمد، قیام اور وعظ کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

> ''جب مولوی ولایت علی قنوج میں تشریف لائے میرے مکان پر آئے اور اپنے اہل بیت کو واسطۂ ملاقات والدہ مرحومہ کے بھیجا، جامع مسجد قنوج میں چند جمعہ تک وعظ کہا اور مجھ سے کہہ گئے کہ تم کتاب ''بلوغ المرام'' ضرور پڑھنا، میں اس وقت ۱۲، ۱۳ برس کا ہوں گا، اس کہنے کا نتیجہ مدت دراز کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ میں نے ''بلوغ المرام'' کی شرح ''فتح العلوم'' لکھی، میں نے جواثر سریع مولوی ولایت علی مرحوم کے وعظ میں پایا کسی کے وعظ میں دیکھا نہ سنا''۔

دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں:

> ''ان کے پاس بیٹھنے سے دل دنیا بالکل سرد ہو جاتا تھا اور دین کا جوش تہہ دل سے اٹھتا تھا، یہ مصرع میں نے انہیں

www.abulhasanalinadwi.org

سے یاد کیا تھا

ع ہم طرزِ جنوں اور ہی ایجاد کریں گے" (۱)

دہلی میں

مولانا قنوج سے اس طرح روانہ ہوئے کہ ایک ہجوم تھا جو ساتھ چلنے کو تیار تھا، جو چل سکتا تھا وہ ساتھ ہولیا، جو نہیں جا سکتا تھا اس نے مولانا اور ان کے ساتھیوں کو با چشم گریاں اور با دل بریاں رخصت کیا۔ مولانا دہلی پہنچے تو ہزاروں آدمیوں نے استقبال کیا، پٹنہ سے روانگی اور دہلی تک پہنچنے کے درمیان ڈیڑھ ماہ کی مدت لگی۔ دہلی میں دو ماہ قیام کیا اور مسجد فتح پوری کے قریب ایک بڑے وسیع مکان میں ٹھہرے جو عام شہرت کے مطابق جنات کے زیر اثر خالی پڑا تھا، آپ کا وعظ جامع مسجد اور مختلف مساجد، ان کے علاوہ مختلف مقامات پر روز ہوتا تھا۔

دہلی میں مولانا کے وعظ بڑے شوق سے سنے گئے، کہا جاتا تھا کہ انہوں نے بادشاہ کے سامنے جہاد کا وعظ کہا جس پر اس نے پسندیدگی کا اظہار کیا۔

مولانا کے عام مواعظ میں مولوی امام علی استاد زینت محل اور مومن خاں مومنؔ بھی شرکت کیا کرتے تھے، انہیں دونوں کے ذریعہ دربار اور بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے محل میں آپ کے مواعظ کا شہرہ ہوا۔

بہادر شاہ ظفر کے سامنے پُر اثر وعظ

لال قلعہ میں جب مولانا کے مجموعی مواعظ کا شہرہ ہوا تو بادشاہ اور ان کی بیوی زینت محل نے مولانا کی خدمت میں دعوت نامہ ارسال کیا، مولانا نے بڑے

---

(۱) ایقاظ الممتن۔ صفحہ ۱۲

www.abulhasanalinadwi.org

ردوقدح کے بعد قبول کیا اور لال قلعہ تشریف لے گئے، آپ کے ساتھ اس وقت پچھتر آدمی تھے۔ بادشاہ نے دیوانِ خاص میں اجلاس کیا، مولانا کے پہنچنے پر بادشاہ نے تخت سے اتر کر استقبال کیا اور اپنے پاس بٹھایا۔ ریذیڈنٹ اور دوسرے امراء اور شاہ زادے اس وقت موجود تھے، تواضع اور خاطر داری کے بعد بادشاہ نے پوچھا کہ آپ کا ذریعۂ معاش کیا ہے؟ مولانا نے جواب دیا: آپ ہی کے بزرگوں کا عطیہ ہے۔ بادشاہ یہ سن کر آبدیدہ ہوگیا، اس کے بعد وعظ کی فرمائش کی، مولانا نے وعظ فرمایا، پہلے یہ آیت "**اعلموا انما الحیوٰۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ و تفاخر... الخ** پڑھی۔

پھر دنیا کی بے ثباتی اور بے حقیقتی کا اس زور کا بیان کیا کہ سامعین کی آنکھوں میں دنیا اندھیری ہوگئی، جب مولانا نے "عذابٌ الیم" کی تشریح کی تو وزیر اعظم نے جھک کر عرض کیا کہ "بادشاہ سلامت کے سامنے عذاب کے ذکر کا دستور نہیں ہے، بادشاہ کو تکلیف ہوتی ہے، یہاں دستور ہے کہ جو علماء وعظ کہتے ہیں وہ صرف جنت کا ذکر کرتے ہیں"۔

مولانا نے وزیر اعظم کی بات پر کوئی توجہ نہیں کی اور عذابِ قبر سے ہنگامۂ حشر اور دوزخ کا اس وضاحت سے ذکر کیا کہ بادشاہ اور حاضرین مجلس زار و قطار رونے لگے، وعظ کے بعد بادشاہ نے عرض کیا کہ "میں نے بھی ترک دنیا پر چند اشعار کہے ہیں۔ مولانا نے ان اشعار کو سننے کا اشتیاق ظاہر کیا، ریذیڈنٹ نے اس کو سنایا، مولانا نے ان اشعار کی تعریف کی اور بادشاہ سے رخصت ہونے کی اجازت لے کر لال قلعہ سے روانہ ہوئے۔ جب قیام گاہ پر پہنچے تو پچاس خوان کھانوں کے مطبخ شاہی سے لے کر مولوی امام علی اور مومن خاں مومن حاضر ہوئے اور بادشاہ کی طرف سے پیش خدمت کیے اور اسی درمیان مومن خاں مومن بیعت سے مشرف ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

قیام دہلی کے دوران ایک لطیفہ

دہلی کے قیام کے دوران مولانا کے سامنے بے شمار مسائل آئے، آپ نے ان کا اطمینان بخش جواب دیا، بہت سے لطائف پیش آتے رہے، ان لطائف میں ایک لطیفہ یہ بھی تھا کہ آپ کے سامنے یہ سوال آیا کہ الّو حلال ہے یا حرام؟ اس مسئلہ میں خوب جھگڑا ہو چکا تھا اور میدانِ کارزار گرم ہو چکا تھا، جو لوگ یہ مسئلہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کو مولانا نے جواب دیا۔ ''بھائیو! میں الّوؤں کے جھگڑے میں نہیں پڑا کرتا، مجھے معاف کیجئے''۔

سوال کرنے والے لاجواب اور شرمندہ ہو کر واپس چلے گئے۔

دہلی سے روانگی اور بادشاہ کا قیام پر اصرار

دہلی سے روانگی کا ارادہ کیا تو شعبان کا مہینہ آ گیا تھا، اور رمضان المبارک قریب سے قریب تر ہو رہا تھا، بادشاہ نے خدمت میں کہلایا کہ:

> ''تمام رمضان ہم لوگ آپ کے قرآن مجید سننے اور آپ کے ساتھ تراویح پڑھنے کے آرزومند ہیں، آپ رمضان یہیں گذار دیجئے''۔

مگر مولانا نے بعض سیاسی مصالح کی بنا پر اسے پسند نہیں کیا اور دہلی سے کوچ کیا اور قیام کرنے سے معذوری ظاہر کر دی۔

مولانا دہلی سے آخر شعبان ۱۳۶۶ھ مطابق جولائی ۱۸۵۰ء میں روانہ ہوئے اور مختلف شہروں، قصبات اور اہم مقامات پر ٹھہرتے اور تبلیغ و اصلاح کرتے اور جہاد کی دعوت دیتے۔ ۸ ربیع الآخر ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۸۵۱ء کو ستھانہ پہنچے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ستھانہ میں

ستھانہ اس وقت مجاہدین کا مرکز تھا، ستھانہ کے سادات نے اوّل سے آخر تک مجاہدین کو اپنے یہاں رکھا اور مدد کرتے رہے اور پوری وفاداری کا ثبوت دیا، مولانا پہلے بھی یہاں مقیم تھے اور ان کے گرد بے شمار مجاہدین کا اجتماع رہتا تھا، مگر انگریزوں کی ریشہ دوانیوں اور قبائلی رؤساء و امراء کی غلط فہمیوں کی وجہ سے مجاہدین کو ایک جنگ میں شکست ہوئی تھی اور ان کو مرکز کی تبدیلی پر مجبور ہونا پڑا تھا اور یہیں سے مولانا اور ان کے بھائی مولانا عنایت علی صاحبؒ کو وطن واپس ہونے پر مجبور کیا گیا اور اب پھر پورے کروفر کے ساتھ یہاں واپسی ہوئی۔ مولانا کے پہنچنے پر اس مرکز کی شان دوبالا ہوگئی، اور مجاہدین کی یہ چھاؤنی صرف ایک چھاؤنی ہی نہیں رہی بلکہ ایک آباد اور معمور خانقاہ اور مدرسہ بن گئی، فجر کو صدہا آدمیوں کا حلقہ ہوتا، مشاہدہ و مراقبہ میں توجہ دی جاتی، بعد ظہر درس ہوتا، ایک وقت فن سپہ گری کی تعلیم ہوتی اور قواعد و پریڈ ہوتی۔ مولانا کے قیام اور توجہ سے ہر طرف کے مجاہدین مجتمع ہو گئے تھے اور ایک مدت تک انگریزوں کے خلاف بڑی کامیاب مہمیں انجام پاتی رہیں، مولانا کی فراست، اعتدال و توازن، تجربہ اور روحانی طاقت اور مولانا عنایت علی کا عزم و حوصلہ دونوں نے مل کر مجاہدین کو دو آتشہ بنا دیا تھا۔

وفات

ستھانہ کے مرکز میں آپ کا آخری قیام بڑا مبارک اور مجاہدین کی تعلیم و تربیت کے لحاظ سے بڑا اہم تھا، آپ کی صحبت، فیض تربیت، فراست ایمانی اور

www.abulhasanalinadwi.org

روحانی طاقت سے ہزاروں کو ایمان و یقین اور اہل ایمان و یقین کو جذبۂ تبلیغ اور ذوقِ جہاد نصیب ہوا، جنگی صلاحیتیں بیدار ہوئیں اور تعلق مع اللہ کی کیفیت پیدا ہوئی، لیکن مولانا کا یہ قیام زیادہ دنوں تک نہ رہ سکا اور زندگی وفا نہ کر سکی، صرف ایک سال آٹھ ماہ کی مدت میں ۱۲۶۹ھ میں آپ پر خناق کا حملہ ہوا اور بہت تھوڑے وقت میں یہ عظیم المرتبت شخصیت اپنے رب سے جا ملی، انتقال کے وقت ۶۴ سال کی عمر تھی۔ دخل خلد ۱۲۶۹ھ تاریخ وفات ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ولایت علی رہبرِ دین حق
بماہ محرم جو شد خاک
بگو از سر آہ سال وفات
شدہ جائے سیرش تفردوباک

مولانا محمد سعید نے تاریخ وفات اس طرح نکالی:

ولایت علی العالم المتورع
توفی بالھجری للدین ناصر
وھذاالذی قدطالب حیاومیّتا
فارخ قلبی طاب غاز مھاجر

اولاد

مولانا کے کئی فرزند ہوئے، بڑے فرزند مولوی عبداللہ غازی تھے جو حادثۂ بالاکوٹ کے سال ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے، زندگی بھر والد ماجد کے ساتھ رہے اور آخر میں مجاہدین کے امیر ہوئے، اپنی امارت کے دور میں ایثار و قربانی، جہد مسلسل اور صبر و ثابت قدمی کی مثال قائم کر دی، ان کا تذکرہ اسی باب میں آ رہا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا کے دوسرے صاحبزادے عبدالرحمٰن تھے جن کا سفرِ حج میں انتقال ہوگیا تھا۔ تیسرے صاحبزادے مولوی ہدایت اللہ تھے جو حدیدہ یمن میں پیدا ہوئے، مولوی عبداللہ غازی کے بعد مجاہدین کے امیر ہوئے اور سرحد ہی میں ۱۹۱۵ء میں انتقال ہوا۔

تصانیف

مولانا کا اصل کارنامہ تو تبلیغ و جہاد، تعلیم و تربیت اور اصلاح و دعوت کا تھا مگر آپ نے اپنی یادگار میں چند رسالے اور کتابیں بھی چھوڑیں ہیں جو آپ کے قلم کی کاوش ہیں ان میں حسب ذیل رسالے قابل ذکر ہیں:

۱۔ رسالہ دررد شرک (فارسی) ۲۔ رسالہ عمل بالحدیث (فارسی) ۳۔ رسالہ اربعین فی المہدین (عربی) ۴۔ رسالہ دعوت (اردو) ۵۔ رسالہ تیسیر الصلوٰۃ (اردو) ۶۔ رسالہ شجرہ باثمرہ (اردو)

اخلاق و عادات

مولانا کی زندگی میں چار دور گزرے ہیں۔ ۱۔ حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے تعلق و وابستگی کے پہلے کا دور، جو مرفہ الحالی، آزادی اور خوش پوشا کی اور عیش و نعم کا دور تھا۔ ۲۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کی صحبت و خدمت اور رفاقت کا دور، جو سراپا عشق و محبت اور عمل پیہم کا دور تھا۔ ۳۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کے حکم پر ہندوستان واپسی اور تبلیغ و دعوت کے مشغلہ کا دور، جو جہد مسلسل اور دعوت پیہم کا دور تھا۔ ۴۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کی شہادت کے بعد کا دور، جو مجاہدین کی سربراہی اور حضرت شہیدؒ کی جانشینی کا دور تھا۔ ان سبھی دوروں کی تفصیلات آپ نے پڑھیں کہ کس طرح ان

www.abulhasanalinadwi.org

تمام دوروں میں مولانا نے اپنی زندگی کی بہترین صلاحیتوں کو لگایا اور پورا حق ادا کیا اور اپنے اخلاف کے لیے بہترین نمونہ چھوڑا۔ اب ذرا مولانا کے اخلاق و عادات اور صفات و کمالات پر بھی نظر ڈال لیجئے۔

مولانا کی زندگی میں کمال اخلاق اور جن اعمال کا اصل پر تو حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے تعلق و وابستگی کے بعد ظاہر ہوتا ہے، سادگی و متانت، خدمت و رفاقت، صبر و تحمل، ایثار و قربانی، فضیلت علمی، دعوت و اصلاح اور راہِ جہاد میں ثابت قدمی مولانا کے اصل جوہر تھے، جو بار بار ظاہر ہوتے اور نقوش جاوداں چھوڑتے رہتے تھے۔

مولانا سیّد ابوالحسن علی صاحب ندوی مولانا کے اخلاق و عادات اور صفات و کمالات ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

> ”آپ سیّد صاحب کے رنگ میں ایسے رنگے اور آپ کی محبت میں ایسے ڈوبے کہ اپنے سارے خاندان کو اپنے رنگ میں رنگ دیا اور سیّد صاحب کا مخلص اور جانباز سچا نام لیوا بنا دیا۔ سیّد صاحب کے بعد آپ ہی نے سب سے زیادہ آپ کی نیابت و جانشینی کا حق ادا کیا، آپ میں صحابۂ کرام کے سے اوصاف اور اہل اللہ کے کمالات تھے۔ رہائش نہایت سادہ تھی، نفس پر نہایت قابو تھا، آپ کے پاس بیٹھنے سے دل دنیا سے سرد ہو جاتا اور دین کا جوش اٹھتا، چہرے سے غربت و مسکینی، خضوع و خشوع، حزن و ملال و فکر ظاہر ہوتا ہے، رات کو اور کبھی دوپہر کو آسمان کے نیچے کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دیر تک دعا کرتے رہتے، لباس اکثر موٹا اور پرانا ہوتا، کھانا بھی موٹا جھوٹا باسی، کھانا مساکین کے ساتھ کھاتے اور انہیں کے ساتھ رہتے، گھر والے بھی ویسے ہی سادہ

www.abulhasanalinadwi.org

زندگی گزارتے، اپنی کل آمدنی بیت المال میں داخل فرماتے اور ہدایا مساکین اور مؤلفۃ القلوب پر صرف کرتے، لوگوں کو دنیا سے بے رغبتی اور انکساری کی تعلیم دیتے، امتیاز نفس کے دور کرنے کے لیے مختلف عنوان سے ان سے عمداً انکساری کراتے تاکہ شریفوں سے فخر انساب، عالموں سے امتیاز، عابدوں سے اپنی عبادت پر بھول اور بھروسہ، دولتمندوں سے کبر و نخوت، محدثوں سے شدت دور ہو اور ان میں بغیر حصۂ نفس کے حق کی تلاش و جستجو ہو، وہ مسکینوں اور نیچوں سے محبت کریں، ناخواندوں کے عمل کی قدر کریں اور فساق و فجار کے اعمال بد سے ان کے دل میں ٹیس اُٹھے اور انھیں ہم آغوش کر کے اُن کے ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے ان کے دل میں شکر و احسان پیدا کریں اور فروعی مسائل میں مخالفت کے عوض رواداری پیدا ہو۔ ہر کام میں خود پیش پیش ہوتے، اور ہر موقع کے لحاظ سے ملفوظات طیبہ فرماتے، جو بجلی کی طرح لوگوں کے دل میں تیر جاتے، لوگوں کو دُعا و عبادت خصوصاً تہجد کی ترغیب دیتے اور آپ کے صحبت یافتوں میں دُعا و تہجد کی بے حد پابندی تھی، آپ کی صحبت و تعلیم یافتہ نہایت باوضع تھے، ان کے دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا، آپ کی تربیت صاحب ایمان کو راہِ حق میں سرفروشی کے لیے بے تاب و سرشار کر دیتی، آپ نے اپنے شیخ اور ان کے مخصوص خلفاء کی طرح بیسیوں مردہ سنتیں زندہ کیں، اپنے ہاتھ سے اپنے خاندان میں متعدد بیواؤں کا

www.abulhasanalinadwi.org

نکاح ثانی کیا، شادیوں اور تقریبوں میں رسوم کی اصلاح
کی، جمعہ و جماعت کی شان دوبالا کی، رمضان وتراویح کی
رونق بڑھائی۔" (۱)

مولانا کی ایک بڑی صفت یہ تھی کہ مساوات ہر ایک کے ساتھ کرتے تھے، ایک بار مولانا کے ایک ہم سبق جو اس وقت ایک بڑے عالم تھے اور لکھنؤ کے رہنے والے تھے اپنے ملازم کے ساتھ پٹنہ گئے اور مولانا کے مہمان ہوئے، دونوں بزرگ دستر خوان پر بیٹھے، مہمان کا ملازم الگ کھڑا رہا، دستر خوان پر اور بھی مہمان تھے، جو اہل علم و فضل بھی اور صاحب حیثیت بھی تھے، مہمانوں کے سامنے ایک بڑا برتن گوشت اور سالن سے بھرا ہوا رکھا تھا، اور سب لوگ اسی برتن سے کھا رہے تھے، مولانا نے لکھنؤ کے مہمان کے ملازم سے فرمایا کہ بھائی ہاتھ دھولو اور ہم لوگوں کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ ملازم نے جواب دیا کہ حضرت میں غلام ہوں، آپ لوگوں کے ساتھ کھانے میں شرکت کیسے کرسکتا ہوں؟ مولانا نے فرمایا! کہ بھائی ہم لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں، ہاتھ دھولو اور کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ وہ غلام اپنے آقا کا منھ دیکھنے لگا، مولانا بار بار اس کو کھانے کے لیے بلاتے رہے مگر وہ غلام ہچکچاتا اور اپنے مالک کا منھ دیکھتا رہا، حتیٰ کہ غلام کے مالک کو بھی کہنا پڑا۔

مولانا کے خوفِ خدا کا حال یہ تھا کہ برادری میں کسی گھر تقریب تھی، تقریب کی وجہ سے گھر کے مختلف مقامات کو روشن کرنے کے لیے قندیلیں روشن کی گئی تھیں، جس مشعل سے یہ قندیلیں روشن کی گئی تھیں، اس مشعل کو بعد میں بجھا دیا گیا، اس کو دیکھ کر مولانا پر ایک کیفیت طاری ہوگئی، فرمانے لگے:

"اس مشعل نے تو تمام قندیلوں کو روشن کر دیا، لیکن اب وہ

---

(۱) کاروان ایمان وعزیمت۔ ۴۵۔۴۸

www.abulhasanalinadwi.org

خود بجھ گئی، یہی حال کہیں میرا نہ ہو جائے کہ دین کی روشنی کچھ میرے ذریعہ پھیلی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم خود بجھ جائیں اور میرے اندر دین کی روشنی باقی نہ رہے۔'' (۱)

(۱) درمنثور۔ صفحہ ۱۷۶

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا عنایت علی غازیؒ

مولانا عنایت علی صاحب، مولانا ولایت علی صاحب عظیم آبادی کے منجھلے چھوٹے بھائی تھے اور ''منجھلے حضرت'' کے نام سے خاندان میں مشہور تھے۔ ۱۲۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد مولانا فتح علی صاحب سے حاصل کی، پھر مولانا سید محمد مسافر سے (جو عظیم آباد کے رئیس اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد تھے) اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ مولانا میں شروع ہی سے حمیتِ دینی اور غیرتِ قومی کے صفات پائے جاتے تھے، میانہ قد، رنگ گورا، بڑی بڑی آنکھیں، داڑھی گھنی، چہرے سے رعب و وجاہت کا اثر نمایاں تھا۔

حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے تعلق و وابستگی

حضرت سیّد احمد شہیدؒ ۱۲۳۸ھ میں حج سے واپسی پر پٹنہ میں چند دن رکے تھے، محلہ صادق پور میں قیام کے دوران مولانا اور مولانا کے پورے خاندان کو ان کی خواہش و آرزو پر بیعت وارادت سے نوازا تھا، مولانا نے حضرت شہیدؒ کا دامن تھامتے ہی اپنی زندگی حضرت شہیدؒ کی خدمت و رفاقت کے لیے نذر کردی، اپنے بڑے بھائی کے ساتھ اپنے گھر کو، اپنی مرفہ الحالی کو، اپنی دولت و ثروت کو، اپنے محبوب وطن کو، اپنے دوستوں اور دل سے چاہنے والے عزیزوں کو چھوڑ کر حضرت شہیدؒ کی ہمرکابی اور خدمت و صحبت کو اختیار کیا، اور پھر جو ساتھ ہوئے تو آخر دن تک اپنے مرشد برحق کی اطاعت اور فرمانبرداری سے منھ نہیں موڑا، اور آخر کار اسی راہ پر چلتے ہوئے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔

www.abulhasanalinadwi.org

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

حضرت شہیدؒ کے ساتھ راہِ ہجرت و جہاد پر

حضرت شہیدؒ جب تک اپنے وطن رائے بریلی میں رہے، مولانا بھی آپ کی خدمت وصحبت میں رہے اور آپ کے چشم وابرو پر چلتے رہے۔ پورے گیارہ سال اپنے مرشد کی خدمت میں رہ کر ہجرت و جہاد کی تیاری کرتے رہے۔ ۱۲۴۱ھ میں جب حضرت شہیدؒ ہجرت کر کے سرحد جانے لگے تو یہ دونوں بھائی بھی ساتھ ہو گئے اور پریشانیاں اور راہِ جہاد کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے سرحد پہنچے۔ مولانا اپنے بڑے بھائی مولانا ولایت علی صاحب کی طرح حضرت شہیدؒ کے ایسے عاشق اور محبّ، ایسے اطاعت گزار اور فرمانبردار تھے جس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔ حضرت شہیدؒ کے ساتھ کئی لڑائیوں اور جنگوں میں شریک رہے، اور نرم وگرم برداشت کرتے رہے، جذبۂ جہاد اور ذوقِ شہادت سے ان کا دل لبریز تھا، بے خوف وخطر سیف بے نیام بن کر دشمنوں کی صف میں گھس جاتے اور کارنمایاں انجام دیتے۔

حضرت شہیدؒ کے حکم سے ہندوستان واپسی

مولانا جس وقت حضرت شہیدؒ کی ہمرکابی میں سرحد میں برسرپیکار تھے کہ معلوم ہوا کہ ہندوستان میں مجاہدین کے خلاف بعض اہلِ علم حلقوں میں غلط فہمیاں پھیل رہی تھیں، اس بنا پر حضرت شہیدؒ نے اپنے بعض خواص علماء کو ان غلط فہمیوں کے ازالہ اور دعوت واصلاح و جہاد کو تقویت پہنچانے کی خاطر روانہ کیا، ان میں سرفہرست مولانا محمد علی صاحب رامپوریؒ، مولانا ولایت علی صاحب عظیم آبادیؒ

www.abulhasanalinadwi.org

اور مولانا عنایت علی صاحب غازیؒ تھے، حضرت شہیدؒ نے مولانا کو بھیجتے وقت ارشاد فرمایا:

''آپ کو واسطۂ ترغیبِ جہاد کے بنگال بھیجتے ہیں''۔

مولانا نے عرض کیا:

''حاضر ہوں مگر دل چاہتا ہے کہ یہاں کا بھی کوئی واقعہ دیکھ لیتا''۔

حضرتؒ نے فرمایا:

''وہاں آپ کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کا کام بہت نکلے گا اور آپ کا وہاں رہنا واسطے کوشش کارِ خدا کے گویا ہمارے ساتھ یہاں رہنا ہے اور اللہ تعالیٰ تم کو وقائع بہت دکھائے گا''۔(۱)

اس کے بعد حضرت سید احمد شہیدؒ نے اپنا کرتا اور عمامہ عنایت فرما کر رخصت کیا۔

مولانا اپنے مرشد کے حکم پر دہلی تشریف لائے اور اپنے کام میں مشغول ہو گئے، شکوک وشبہات کو دور کرتے اور تحریکِ جہاد کو تقویت پہنچاتے رہے، ابھی دہلی میں ہی تھے کہ حادثۂ بالاکوٹ کی خبر ملی، حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی خبرِ شہادت پا کر نہایت افسردہ ہوئے مگر کام کی لگن اور زیادہ بڑھ گئی۔ حضرت شہیدؒ کے بعد اب ان کے لیے ان کے بڑے بھائی مولانا ولایت علی صاحب مرجع تھے اور انہیں کے حکم کے منتظر رہے۔

حضرت سیّد صاحب کی شہادت کے بعد

حادثۂ بالاکوٹ کے بعد مولانا دہلی سے اور مولانا ولایت علی صاحب

(۱) وقائع احمدی صفحہ ۵۰۹۔ جماعت مجاہدین صفحہ ۶۰

www.abulhasanalinadwi.org

حیدرآباد سے اپنے وطن عظیم آباد (پٹنہ) آئے اور اس کو مرکز بنایا، کچھ عرصہ کے بعد مولانا ولایت علی صاحب کے حکم سے بنگال گئے، مولانا بنگال میں سات برس رہے اور اس پورے عرصہ میں بنگال کا دورہ کر کر کے جہاد کا کام کیا، مسلسل جانفشانی اور صبر و تحمل کے ساتھ گاؤں گاؤں کا دورہ کیا، مولانا کی ان مسلسل کوششوں کی وجہ سے چالیس سال تک مجاہدینِ سرحد اپنا کام بخیر و خوبی انجام دیتے رہے۔

بنگال کے اس پہلے دورہ کے متعلق آپ کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

> ''آپ نے بارِ اوّل مسلسل سات برس اس خطۂ بخارا میں قریہ بہ قریہ نہایت جانفشانی اور حلم کے ساتھ گشت فرمایا، لاکھوں خلقت کو قعرِ ظلمت سے نکال کر شمعِ ہدایت کا گرویدہ کر دیا اور قرآن و احادیث نبوی ﷺ کے اتباع کی طرف توجہ دلایا، جناب کے مسترشدین اور ان کی اولاد آج تک خطۂ بنگال میں ''محمدی'' کے لقب سے ممتاز ہیں۔''(۱)

تبلیغ و اشاعت دین اور جہاد کی خاطر دوسرا دورہ آپ نے بالاکوٹ سے واپسی پر کیا جو تقریباً چار سال تک جاری رہا، اس دورہ میں مرکزی مقام ضلع جے پور کو بنایا، اس میں انتہائی مشقت، صبر و تحمل، مسلسل جدوجہد اور ایثار و قربانی سے کام لیا، کم سے کم آرام کرتے اور زیادہ سے زیادہ کام کرتے، اس دورہ میں رجوع عام ہوا، آپ جہاں بھی قیام کرتے انسانوں کا ہجوم ہو جاتا اور لوگ پروانہ وار جمع ہو جاتے، آپ کی صحبت، آپ کے مواعظ اور ارشادات سے فائدہ اٹھاتے اور اپنے دلوں میں ایمان و یقین، شوقِ جہاد اور ذوقِ دعوت و اصلاح کا جذبہ لے کر واپس ہوتے۔

---

(۱) درمنثور۔ صفحہ ۱۸۹

www.abulhasanalinadwi.org

نظم وقابلیت

مولانا کے نظم وقابلیت کے متعلق مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رقمطراز ہیں:

''مولانا عنایت علی غازی (۱۲۰۷ھ تا ۱۲۷۴ھ) مولانا ولایت علیؒ کے دست وبازو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا"و اجعل لی وزیرا من اهلی هارون اخی. اشددبه أزریی و أشرکه فی امری." کے مصداق تھے، سیّد صاحب سے بیعت کے بعد سفر وحضر میں آپ کے ساتھ رہے اور آپ کے حسب ارشاد تبلیغ و جہاد کا کام انجام دیتے رہے، لیکن آپ کے جوہر اس وقت کھلے جب سیّد صاحب کی شہادت کی خبر سے ہندوستان میں انتشار و جمود پیدا ہو گیا اور مولانا ولایت علی نے احیاء و تنظیم کا مرکز عظیم آباد پٹنہ کو قرار دیا۔ اس وقت آپ مولانا ولایت علی کے قوت بازو بن گئے اور خصوصاً بنگال میں آپ نے مولانا کی پوری نیابت، امارت و امامت، اصلاح و ارشاد کے پورے فرائض انجام دیئے، ہندوستان کی عام اور صوبۂ بنگال کی خاص تنظیم کے جو محیر العقول واقعات، مسلمانوں کی عظیم الشان تنظیم اور جہاد و سرفروشی کی جو ولولہ انگیز حکایات سرحدی جنگوں کے سلسلہ میں گذر چکی ہیں، ان میں مولانا عنایت علی غازی کا خاص دخل اور حصہ ہے۔ سرحد پر عرصہ تک اسلامی فوجوں کے قائد اور جماعت مجاہدین ومہاجرین

www.abulhasanalinadwi.org

کے امیر آپ ہی رہے۔ سیّد ضامن شاہ کو کاغان میں اور اکبر شاہ کو سوات میں مدد دیتے رہے، آپ کا وجود حکومت کی نظر میں ہمیشہ کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا، اور حکام کی رپورٹوں اور انگریز مصنفین کی تاریخوں میں آپ کا نام مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمۃ کے ساتھ آتا ہے"۔(۱)

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مولانا نے حضرت سیّد احمد شہید کی شہادت اور حادثۂ بالاکوٹ کے بعد اپنی انتھک کوششوں اور مسلسل جانفشانی سے تحریکِ جہاد کو نئی روح اور نئی زندگی اور تازگی بخشی اور بنگال میں امارت و امامت، اصلاح و ارشاد کے فرائض پوری تندہی سے علی وجہ الکمال انجام دیئے۔

مولانا اور آپ کے مریدین و معتقدین نے کس طرح جانوں پر کھیل کر تبلیغ و جہاد کا کام کیا اس کی تھوڑی سی رپورٹ دشمن اور مخالف کیمپ کے لوگوں سے بھی سنیے، بنگال کے کمشنر پولس کا بیان ہے:

"اس جماعت کے ایک مبلغ کے پیرو اسّی اسّی ہزار ہیں جنہیں آپس میں مکمل مساوات ہے، جن میں ہر ایک دوسرے کے کام کو اپنا ذاتی کام سمجھتا ہے، اور مصیبت کے وقت کسی بھائی کی مدد میں اس کو کسی بات سے عذر نہیں"۔(۲)

ڈاکٹر جیمس اوکنیلی لکھتا ہے:

"کمزور، بزدل، بنگالی مسلمان، خونخواری اور جوشِ جہاد میں افغانوں سے کم نہ تھے"۔(۳)

---

(۱) کاروان ایمان و عزیمت۔ صفحہ ۱۰۶۔۱۰۷

(۲) "مسلمانانِ ہند" ڈاکٹر ہنٹر، خطوط ۱۰۰، مورخہ ۱۳ مئی ۱۸۴۳ء و نمبر ۵۰۔ ۱۸۴۷ء

(۳) سیرت سید احمد شہید۔ طبع اوّل صفحہ ۳۲۴۔ از مولانا ابوالحسن علی ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

بالاکوٹ میں

ادھر بہار و بنگال میں مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ اور ان کے منجھلے بھائی مولانا عنایت علی غازیؒ تبلیغ و جہاد کا کام کر رہے تھے، اور مجاہدین تیار کر کے سرحد بھیج رہے تھے، ادھر سرحد میں ستھانہ اور بالاکوٹ میں مجاہدین اپنی سرگرمیاں جاری کیے ہوئے تھے، سیّد ضامن شاہ اپنی کوشش بھر مجاہدین کی مدد اور دشمنوں سے مقابلہ کر رہے تھے، جب سیّد ضامن شاہ تابِ مقاومت نہ لا سکے اور ان کے ہاتھوں سے بہت سے علاقے نکل گئے تو انہوں نے مولانا ولایت علی صاحب کو تشریف لانے اور زمامِ قیادت سنبھالنے کی دعوت دی، مولانا ولایت علی صاحب خود بنفس نفیس تشریف نہیں لے گئے، بلکہ اپنے بھائی مولانا عنایت علی غازی کو بھیجا، مولانا عنایت علی غازی نے اپنے برادر بزرگ کے حکم پر سرحد کا سفر کیا اور بالاکوٹ پہنچ کر فوج و میگزین کا نظم اپنے ہاتھوں میں لیا اور مسلسل جارحانہ حملوں سے کل علاقے، قلعے اور مورچے لے لیے، بالاکوٹ پر مکمل تسلط کے بعد مولانا امیر تسلیم کر لیے گئے، امیر تسلیم کیے جانے کے بعد اپنے باقاعدہ انتظام کے ساتھ جہاد کرنا شروع کیا اور گڑھی حبیب اللہ کو مسخر کیا، اس کے بعد فتح گڑھ پر حملہ کیا اور دشمنوں کے اس مستحکم قلعہ کو فتح کر لیا، فتح گڑھ کی تسخیر کے بعد دوسرے قلعوں کے ذمہ دار دعوت دے دے کر بلاتے اور قبضہ کراتے رہے، ہفتہ عشرہ میں بائیس قلعوں پر قبضہ کر لیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اسلامی حکومت کی سرحد نواں شہر سے سکندر پور تک پہنچ گئی، اطمینان ہونے کے بعد احتساب اور انسداد جرائم کا سلسلہ شریعت کے حکم کے مطابق جاری کیا، جابجا مفتی مقرر کیے اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک شرعی نظام قائم ہو گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا بڑے شجاع اور جری تھے، جفاکشی اور صبر وتشکر خاص وصف تھے، بے خوف و خطر دشمنوں کے دلوں میں گھس جاتے، اور چالیس پچاس آدمیوں کے ذریعہ فریق مخالف کی دو ڈھائی ہزار کی جمعیت میں شمشیر زنی کرتے ہوئے داخل ہو جاتے اور کشتوں کے پشتے لگا دیتے۔

مولانا عبدالرحیم صادقپوریؒ رقمطراز ہیں:

> ''بڑے بڑے معرکے سر کیے اور ظفریاب ہوئے جن سے کفار و منافقین (چتر سنگھ و امام الدین) کے دل ہار گئے، سکھوں سے متعدد مورچے (اٹھارہ مورچے)، قلعے علاقۂ جات چھین لیے، نین غدار اور سرکش کو بھی مطیع و فرمانبردار کر لیے، تمام امن وطمانیت بخش کر کلمۂ توحید کی منادی کردی''۔(۱)

مولانا عنایت علی غازی کے نظم وتدبیر اور جہاد سے پورے سرحد پر مجاہدین کا کنٹرول ہو گیا تھا اور شرعی نظام جاری وساری تھا کہ مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ ۱۷ شوال ۱۲۶۲ھ کو سرحد پہنچے اور ان کا شاندار خیر مقدم ہوا، ۲۴ رشوال ۱۲۶۲ھ کو جمعہ کے دن مولانا عنایت علی غازی نے اپنے بڑے بھائی مولانا ولایت علی کے سپرد امارت کی ذمہ داری کردی، اور خود ان کے ماتحت ہو کر کام کرنے لگے، مولانا ولایت علی نے دیکھا کہ ان کے بھائی نے کتنی مشقت و جانفشانی اور حسن انتظام سے خود سر ملک کو فتح کیا، اور امن وامان کی فضا قائم کی تو اللہ کا شکر ادا کیا، اور بیعت لینے کے بعد بآواز بلند فرمایا کہ میں اپنے چھوٹے بھائی کو تمام مجاہدین کا سالار بناتا ہوں اور تمام انتظامات سابقہ دستور کے مطابق ان کے حوالہ کرتا ہوں۔

---

(۱) درمنثور۔ صفحہ ۱۹۱

www.abulhasanalinadwi.org

دب کی جنگ

محرم ۱۲۶۳ھ میں دب کی جنگ ہوئی، اس جنگ میں مقامی باشندوں کی ریشہ دوانیوں اور مخالفین کا انگریزوں سے تعلق اور انگریزی فوجوں کا بلا واسطہ جنگ میں شرکت اور جدید اسلحوں سے مقابلہ کی وجہ سے مجاہدین کو شکست کا سامنا کرنا پڑا، اور بڑا جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا، اس جنگ کا سب سے افسوسناک پہلو یہ تھا کہ ان دونوں بھائیوں کو اس علاقہ کو چھوڑنے اور وطن واپس ہونے پر مجبور ہونا پڑا۔

وطن واپسی اور تبلیغ و جہاد میں دوبارہ مشغولیت

مولانا عنایت علی غازی اپنے بڑے بھائی مولانا ولایت علی صاحب کے ہمراہ گوناگوں پریشانیوں اور راستہ کی دشواریوں اور حکومت وقت کی کڑی نگرانی میں وطن واپس ہوئے، اپنے مکان پر چند ہی ماہ سکون سے رہے تھے کہ تبلیغ و جہاد کا شوق اتنا بڑھا کہ دل کا چین اُڑ گیا، چارو ناچار بنگال کا رخ کیا، جہاں مدتوں تک تبلیغ و جہاد کا کام کر چکے تھے، اس مرتبہ راج شاہی کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور پوری تندہی و جانفشانی سے مجاہدین کی تیاری اور سرحد کے مجاہدین کی امداد کا کام کرنے لگے، مولانا نے اس کام میں اتنی محنت کی کہ راج شاہی کے مجسٹریٹ نے شہر چھوڑ دینے کا حکم دیا اور الزام لگایا کہ مولانا بغاوت کے شعلے بھڑکا رہے ہیں۔

۱۸۵۰ء کے آغاز میں مجسٹریٹ کو پھر اطلاع ملی کہ مولانا کی سرگرمیاں جاری ہیں اور کوئی سرکاری قانون اور حکم ان کے اس فعل میں مانع نہیں ہے۔ مجسٹریٹ نے کاروائی کی تو مولانا عارضی طور پر اپنے وطن پٹنہ چلے گئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سرحد روانگی

اوائل ستمبر ۱۸۴۹ء تک مولانا بنگال میں تبلیغ و جہاد کا کام پوری سرگرمی سے کرتے رہے۔ ادھر مولانا ولایت علیؒ جب دوبارہ سرحد روانہ ہوئے تو مولانا کو تحریر کیا کہ وطن ہوتے ہوئے وہ بھی سرحد پہنچ جائیں۔ مولانا نے روانگی سے پہلے امارت و ریاست کو جس طرح لات ماری اور جہاد کی راہ میں پر مشقت زندگی کو جس جوش کے ساتھ اختیار کیا وہ ان کی شان عزیمت پر دلالت کرتی ہے۔ ان کی شان عزیمت کا اندازہ اس وقعہ سے ہوسکتا ہے کہ اپنے بڑے بھائی کی معیت میں ہندوستان سے مستقل ہجرت کا ارادہ کیا تو آپ کی والدہ ماجدہ نے موضع دوآب پور ارہٹ ضلع گیا کا وثیقہ آپ کے حوالہ کر دیا تھا۔ آپ نے یہ موضع بیس یا بائیس ہزار روپے میں میر محبوب علی ساکن کیورنی کے ہاتھ بیچ دیا اور دوسرے مواضعات سے دست برداری کی تحریر لکھ دی۔ اندازہ فرمایئے کہ خوش حالی اور فارغ البالی کے کتنے مہتم بالشان سامان و انواع میسر تھے مگر انہوں نے ان میں سے کسی کو بھی راہ حق میں مجاہدانہ اقدام میں حائل نہیں ہونے دیا۔

مولانا ۸ر شعبان ۱۲۶۶ھ مطابق ۱۹ر جون ۱۸۵۰ء کو وطن سے روانہ ہوئے اور لدھیانہ محرم ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۸۵۰ء کو پہنچے اور اپنے بڑے بھائی مولانا ولایت علی صاحب سے ملاقات کی جو ان کے انتظار میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ بعد کا سفر اکٹھا کیا اور ۸ر ربیع الاول ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۸۵۱ء کو ستھانہ پہنچے۔

ستھانہ سے منگل تھانہ کی طرف

ستھانہ پہنچ کر ایک عرصے تک دونوں بھائیوں نے مل کر جہاد کا کاروبار انجام

www.abulhasanalinadwi.org

دیا اور ان کے جھنڈے تلے مجاہدین پھر جمع ہو گئے، لیکن دونوں بھائیوں کے طرز عمل، مزاج، اور سوچنے کے انداز میں فرق تھا، مولانا ولایت علی کا خیال تھا کہ خاصی جمعیت جمع کر لیں اور مناسب تیاری کے بعد آزادی کے لیے جنگ کریں، اس لیے کہ وہ اس سے پہلے انگریزوں کی ریشہ دوانیوں اور خوانین کے نفاق کو خوب سمجھ چکے تھے، مگر مولانا عنایت علی صاحب جو بہت سی کامیاب جنگیں لڑ چکے تھے مہلت اور دیر کرنے کے قائل نہ تھے، وہ فوری حملہ کر کے کام شروع کر دیئے جانے کے حق میں تھے تاکہ مجاہدین سست نہ پڑیں، امب ستھانہ سے چند میل کے فاصلہ پر تھا اس کے والی نواب جہاں دار خاں تھے، جو دوسرے رؤساء کے ساتھ انگریزوں سے وابستگی قبول کر چکے تھے، مولانا عنایت علی اس وابستگی کو مسلم دشمنی قرار دے رہے تھے، مجاہدین کے کام میں نواب کی طرف سے رکاوٹ کی بنا پر مولانا عنایت علی کو اور زیادہ غصہ تھا اور ان کا اصرار تھا کہ نواب کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے، مولانا ولایت علی صاحب کا خیال تھا کہ نواب کے خلاف فوری تادیبی کارروائی سے مجاہدین کے کام میں بڑی مشکلات پیدا ہو جائیں گی، اس اختلاف رائے نے مجاہدین کو دو حصوں میں کر دیا، بنگال کے مجاہدین مولانا عنایت علی کے ساتھ تھے، مصلحت کے پیش نظر مولانا عنایت علی نے ستھانہ چھوڑ کر منگل تھانہ میں قیام کر لیا۔

مولانا ولایت علی کی وفات اور مولانا عنایت علی کا عہد امارت

۲۲ محرم الحرام ۱۲۶۹ھ مطابق ۵ نومبر ۱۸۵۲ء کو مولانا ولایت علی صاحب کا مرض خناق میں انتقال ہو گیا، ان کے انتقال پر مولانا عنایت علی عظیم آبادی مرکز اصلاح و جہاد تشریف لائے اور سب نے بالاتفاق ان کو امیر تسلیم کر لیا اور فوراً

www.abulhasanalinadwi.org

ہی انگریزوں کے خلاف لڑائیاں شروع ہو گئیں، ہندوستان میں مولانا فرحت حسین اور مولانا احمد اللہ کی سرکردگی میں مجاہدین کی آمد ہوتی رہی اور رقم سرحد پہنچتی رہی، مولانا عنایت علی عظیم آبادی کا ایک ایک لمحہ انگریزوں سے لڑنے یا لڑنے کی تیاری میں گزرتا، اس کے علاوہ دھوکہ اور غداری کی بنا پر مولانا نے والی امب کے خلاف اقدام کرنا مناسب سمجھا اور مجاہدین کو حملہ کا حکم دے دیا اور مجاہدین کے لشکر نے پیش قدمی کر کے عشرہ و کوٹلہ پر قبضہ کر لیا، جو والی امب کے مشہور و مستحکم قلعے تھے لیکن انگریزوں کی مدد سے والی امب نے حملہ کر کے ان کا تخلیہ کرا لیا، اس حملے میں انگریزی فوج نے پوری قوت و طاقت سے کام لیا، بہت سے مجاہدین شہید ہوئے، اور باقی اپنے مرکز ستھانہ لوٹ آئے۔ اس واقعہ کے بعد مولانا عنایت علی، حملہ بنیر کے علاقہ تشریف لے گئے اور کافی عرصہ تک سوات میں جہاد کی تیاریوں میں وقت گزارا اور ۱۶ر رجب ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۴ر اپریل ۱۸۵۴ء کو واپس ہوئے، اور بعض جنگی مصالح کی بنا پر ستھانہ میں مولانا یحییٰ علی کو مختار بنا کر بٹھایا، اور خود منگل تھانہ چلے گئے، منگل تھانہ پہنچ کر دعوت اور مجاہدین کی تنظیم از سر نو شروع کی، لیکن منگل تھانہ میں دو خاندانوں کی آپسی کشمکش کی خلش نے مولانا کے کام میں رکاوٹ ڈال دی اور مولانا کے خاندان کے اہم افراد ہندوستان واپس ہو گئے، صرف مولانا فیاض علی عظیم آبادی رہ گئے جو آخر تک ساتھ رہے اور وہیں انتقال کیا، مولانا عنایت علی عظیم آبادی برابر انگریزوں اور ان کے نمک خواروں سے جہاد کرتے رہے اور کسی طرح ہمت نہ ہارے، اوک قلے لکھتا ہے:

> ''مولانا عنایت علی نے اپنے ہمراہیوں کے دل میں انگریز کافروں کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، مجاہدین روزانہ قواعد کرتے بلکہ بعض اوقات ان میں دو مرتبہ قواعد میں فضائلِ جہاد کے متعلق نظمیں پڑھیں

www.abulhasanalinadwi.org

جاتیں، جمعہ کی نماز کے بعد بہشت کی شادمانیوں کے
بارے میں وعظ کہے جاتے اور انہیں تلقین کی جاتی کہ صبر و
استقامت سے اس وقت کا انتظار کرو جب برطانوی ہند کی
تسخیر کی موعودہ ساعت آپہنچے گی''۔(۱)

مولانا کی مسلسل جدو جہد کی بنا پر مقامی سرداروں نے پھر اطاعت قبول کر لی، اور انگریزوں نے مصالحت کا پیغام بھیجا، مگر اس پیغام میں ایسی شرائط تھیں کہ مجاہدین نے ان کو ٹھکرا دیا اور مولانا عنایت علی نے انگریزی فوجوں میں دعوتِ جہاد کا انتظام کیا اور انگریزی رپورٹوں میں اس کی نشاندہی کی گئی کہ باغیانہ خط و کتابت اور اس تحریک بغاوت کا مرکز عظیم آباد کا محلہ ''صادق پور'' ہے۔

اعلامیہ

مولانا نے اپنے عہد امارت میں جو اعلامیے ہندوستان بھیجے اور جہاد پر لوگوں کو آمادہ کیا، ان سے مولانا کی حمیت دینی و غیرتِ اسلامی اور دشمنوں کے مقابلہ میں عدم مداہنت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک اعلامیہ کا مضمون یہ تھا:

۱- جس ملک میں کفار مسلط ہو جائیں وہاں کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ متحد ہو کر کفار سے لڑیں۔

۲- جو نہ لڑ سکیں وہ ہجرت کر کے کسی آزاد اسلامی ملک میں پہنچ جائیں۔

۳- ہجرت موجودہ حالت میں فرض ہے، اور جو لوگ ہجرت سے باز رکھنے کی کوشش کریں وہ منافقت کی زد میں آتے ہیں۔

۴- جو لوگ ہجرت بھی نہ کر سکیں وہ حکومت سے علاحدگی پر عمل پیرا ہوں، مثلاً کسی کلام میں حکومت کی مدد نہ کریں، اس کی عدالتوں میں نہ

(۱) کلکتہ ریویو بابت ۱۸۷۰ء صفحہ ۱۹۶

www.abulhasanalinadwi.org

جائیں، اپنے جھگڑوں کے لیے پنچایتیں بنائیں۔

انقلاب ۱۸۵۷ء

۱۱ر مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ سے انگریزوں سے نجات حاصل کرنے کی تحریک کی ابتدا ہوئی، اس میں انگریزوں کے لیے سخت نازک حالات پیش آئے، اور یہ نزاکت سرحد تک جا پہنچی، جہاں مولانا عنایت علی سرگرم پیکار تھے، اور انگریزی فوجوں کے خلاف بغاوت پھیلتی جا رہی تھی، مگر مقامی باشندوں کی سرد مہری پھر رنگ لائی، مجاہدین نے مقامی سرداروں کے ہاتھوں بہت نقصان اٹھایا اور وہ منتشر ہونے لگے، مولانا عنایت علی عظیم آبادی نے مختلف ذرائع سے ان کو جمع کیا مگر انگریزی فوجوں کی ریشہ دوانیوں اور مقامی باشندوں کی عہد شکنی کی بنا پر بہت سے مجاہدین نے جامِ شہادت نوش کیا اور بہت سے مختلف محفوظ مقامات پر پہنچ گئے اور جہاد کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔

مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

> ''سرحدی خوانین کی حالت حد درجہ عجیب وغریب وخاصی حوصلہ فرسا تھی، وہ جب دیکھتے کہ کوئی خاص خطرہ درپیش نہیں تو مولانا کے ساتھ ہو جاتے، جب ان پر انگریزوں کا دباؤ پڑتا تو مخالفت پر اتر آتے۔ مولانا نے اسی اثنا میں میدانی علاقہ کے قریبی مقامات پر چھاپوں کا سلسلہ شروع کر دیا، اور نارنجی کو مرکز بنالیا جو پہاڑ کی چوٹی پر بڑا مستحکم مقام تھا''۔(۱)

۲۰ر جولائی ۱۸۵۷ء کو مولانا نے شبخون مارا جس میں مخالفین کو بڑا نقصان

(۱) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۲۸۰

www.abulhasanalinadwi.org

ہوالیکن انگریزوں نے فیصلہ کن جنگ کا فیصلہ کیا، اور ہتھیاروں سے لیس ایک فوج بھیجی اور نارنجی پر حملہ کر دیا، اس مہم کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ مولانا کو گرفتار کر لیا جائے، مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے کچھ دنوں کے بعد اس سے زیادہ سخت حملہ کیا اور گاؤں کو گھیر لیا گیا، مگر مولانا کسی طرح اس مقام سے نکل کر دوسرے محفوظ مقام کو پہنچ گئے، اور انگریزوں کی مسلسل یورش اور منظم حملوں کی وجہ سے وہ مرکز تبدیل کرتے رہے اور کسی طرح انگریزوں کے ہاتھ نہ آئے۔

مالی مشکلات

مولانا اور مجاہدین کے لیے زیادہ تر رقمیں اور رنگ روٹ ہندوستان سے آتے تھے۔ لیکن ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد انگریزوں نے دریائے سندھ کے تمام گھاٹوں اور کوہستانی علاقوں کے راستوں کی سخت نگرانی شروع کر دی، جس کے بعد کسی قاصد کا گزرنا اور رقمیں پہنچانا اور مجاہدین کا آنا بند ہو گیا۔ ادھر صادق پور پٹنہ جہاں سے رنگ روٹ یا رقمیں چلتی تھیں پہرے بٹھا دئے گئے تھے، مصنف ''سرگزشت مجاہدین'' لکھتے ہیں:

> ''غدر کی وجہ سے راستے پر خطر تھے، شہر سے باہر نکلنا دشوار تھا، املاک تہلکے میں تھے، جانوں کو امن نہ تھا، پھر کیونکر ممکن تھا کہ سرحد کے فاقہ کشوں کے لیے کوئی سامان کیا جا سکتا۔''(۱)

نارنجی کی جنگ کے بعد مولانا عنایت علی صاحب کی مالی حالت بے حد خراب ہو گئی، مجاہدین کی کفالت مشکل ہو گئی، قرض لیا گیا، اس کی ادائیگی مشکل ہو گئی، مولانا کے لیے یہ مسئلہ بڑا نازک تھا، مولانا نے اپنی ساری ذاتی چیزیں بیچ کر اپنا قرض ادا کیا، بہت سے مجاہدین فاقوں سے مجبور ہو کر منتشر ہونے لگے،

---

(۱) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۲۸۴

www.abulhasanalinadwi.org

مقامی باشندوں نے ان سے کوئی تعاون نہ کیا، اور ان مسافروں اور اللہ کے لیے لڑنے والوں کی مدد نہ کی، خدا کی شان جس شخص نے اسلام کی بلندی اور سرحدی باشندوں کی غلامی دور کرنے کے لیے اور دشمنوں سے آزاد کرنے کے لیے ریاست کو چھوڑا، امارت کو خیرآباد کہا، ہجرت کی، ہر قسم کی تکلیفیں اور پریشانیاں برداشت کیں، آج اسی کو جان بچانے کے لیے کوئی جگہ نہ ملی اور سارا کاروبار جہاد منتشر ہوگیا۔

مولانا بیمار ہوئے، ان کے صاحبزادہ مولوی عبدالمجید ساتھ تھے وہ بھی بیمار ہوئے، دس دن کا فاقہ تھا، مسلسل فاقوں نے حالت اور تباہ کردی، درختوں کی کونپلوں اور پتیوں پر گزارا کرنے لگے، چند ماہ مسلسل غلہ پر نظر نہ پڑی، اجابتیں خون آلود ہونے لگیں مگر مولانا نے نہ ہتھیار رکھے، نہ انگریزوں کی غلامی برداشت کی، نہ ہجرت و جہاد سے منھ موڑا، نہ اپنوں کی بے وفائی اور دشمنوں کی سخت گیری سے ہراساں ہوئے اور صبر و شکر سے زندگی کے بقیہ ایام گزارنے لگے۔

مرض الوفات اور انتقال

مولانا کو بخار آنے لگا، اور بخار سے کمزوری بڑھنے لگی، پھر بخار اس شدت سے چڑھا کہ بے ہوشی طاری ہوگئی، اس حالت میں ان کو دوسری جگہ منتقل کیا گیا، پہاڑ کی چڑھائی پر بخار تیز سے تیز تر ہوا، مولانا نے قلم و دوات منگایا، مگر لکھنے کا سامان آتے آتے سکرات موت شروع ہوگئے، ان کے صاحبزادہ مولوی عبدالمجید نے پوچھا کہ ہمیں کس پر چھوڑے جاتے ہیں، اور آپ کے بعد امیر کون ہے؟ کوئی جواب نہ دیا اور جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔

مولانا کا انتقال شعبان ۱۲۷۴ھ مطابق مارچ ۱۸۵۸ء میں ہوا، انتقال کے بعد ہی انگریزوں نے پنجتار، چنگلئی، منگل تھانہ اور ستھانہ پر جو مجاہدین کے مرکز رہ

www.abulhasanalinadwi.org

چکے تھے سخت یورش کی اور ان مقامات کو بڑا نقصان پہنچایا۔

مولانا غلام رسول مہر مولانا کی آخری دور کی زندگی کے متعلق رقم طراز ہیں:

''آخری دور میں مولانا نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ خدا کی راہ میں جہاد پھولوں کی سیج نہیں، وہ اپنا سب کچھ خدا کے لیے قربان کر چکے تھے، لیکن دیکھیے آخری دور میں انھیں کس درجہ روح فرسا آلام ومصائب سے سابقہ پڑا، پیسہ پلّے نہ تھا، جو سامان پاس تھا بیچ ڈالا، اکلوتا فرزند صاحب فراش، اس کی بچی بیمار، اپنی حالت حد درجہ نازک، ہر سمت دشمنوں کا ہجوم، امتحانوں اور آزمائشوں کے اس سیل میں قدم استوار رکھنا صرف انہیں ارباب ہمت کا کام ہے جن کے سامنے فرض بطور فرض موجود ہو، دنیوی راحتوں اور آسائشوں سے انھیں کسی نوع کا سروکار نہ ہو، اور صرف رضائے باری تعالیٰ پر نظر ہو۔ یہ منزل بڑی کٹھن ہے، لیکن مولانا عنایت علی نے جس شان فداکاری سے اسے طے کیا اس کی مثالیں ہر جگہ نہیں مل سکتیں، ان کے سامنے صحابۂ کرامؓ کا اسوۂ حسنہ تھا، جنہوں نے دین حق کی اشاعت میں اپنی جانیں بے دریغ قربان کر دیں، یہی اسوہ قوموں کے لیے دُنیا وآخرت میں سُرخروئی کا واحد ذریعہ ہے''۔(۱)

مولانا عنایت علی کے بعد

مولانا کے انتقال کے بعد تین آدمیوں پر امارت کی ذمہ داری ڈالی گئی،

---

(۱) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۲۸۷

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا نصر اللہ شاہ، شاہ اکرام اللہ، میر تقی، ان تینوں نے مل کر مجاہدین کی قیادت کی اور مولانا عنایت علی کے چھوڑے ہوئے نقوش پر عمل کیا، اور مسلسل انگریزوں سے لڑتے رہے، مگر انگریزوں کی مسلسل یورش اور منظم حملوں نے پنجتار، چنگلئی، منگل تھانہ کو تباہ کیا، اور پھر ستھانہ پر حملہ کیا جو مجاہدین کا آخری مرکز رہ گیا تھا، ستھانہ کے مقامی باشندے جو سادات تھے حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے زمانہ سے مجاہدین سے وابستہ ہوئے تھے اور آخر تک وفاداری اور ثابت قدمی کا ثبوت دیا، اور مجاہدین کا ساتھ ان کے ہر دور ابتلاء میں دیا، ہر قسم کا نقصان اٹھایا مگر راہ حق سے منھ نہ موڑا، انگریزی فوج نے ۲۰ رمضان ۱۲۷۴ھ مطابق ۴ مئی ۱۸۵۸ء کو ستھانہ پر زبردست حملہ کیا اور ہر طرف سے حملہ کر کے ستھانہ کو بے دردی سے تباہ کیا، توپیں لگا کر گاؤں مسمار کر دیا، ہاتھیوں سے مجاہدین کا قلعہ توڑوا دیا، منڈی اور مرکزی مجاہدین کا نشان تک باقی نہ چھوڑا، بالائی ستھانہ کو بارود سے اڑایا گیا، سایہ دار درختوں کو بھی کاٹ دیا، سادات ستھانہ کو جنہوں نے مجاہدین کا آخری دم تک ساتھ دیا تھا، ان میں کئی کو شہید کیا، اور بقیہ کو جلاوطن کر دیا، بلکہ عثمان زی قبیلہ سے عہد لیا کہ جنہوں نے انگریزوں کا ساتھ دیا تھا وہ پھر اس مقام پر سادات کو بسنے نہ دیں گے، سادات ستھانہ پر یہ مصیبت صرف اس لیے آئی کہ انہوں نے ہر دور میں مجاہدین کا ساتھ دیا تھا اور ان کی جانی مالی اعانت کی تھی اور ان کے دوش بدوش کفار سے لڑتے رہے، اور لشکر اسلام کے معاون و رفیق رہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا عبداللہ عظیم آبادیؒ

حضرت مولانا ولایت علی عظیم آبادی کے فرزند اکبر اور تبلیغ و جہاد کی راہ میں اپنے والد ماجد کے قدم بقدم چلنے والے اور جانشینی کا حق ادا کرنے والے مولانا عبداللہ بھی "صادقین صادق پور" کے مبارک حلقہ میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں، جن کے حسن تدبیر اور جن کی صلاحیتوں، ایثار و قربانیوں اور راہِ جہاد میں گھر چھوڑنے اور قدم قدم پر مصائب جھیلنے کے شاہد اپنے تو تھے ہی دشمن بھی گواہ ہیں۔

ولادت

جس سال حضرت سیّد احمد شہیدؒ شہید ہوئے اور معرکۂ بالاکوٹ ہوا اسی سال حیدرآباد میں مولانا ولایت علی کے گھر پر یہ مبارک بچہ پیدا ہوا۔ اور ابتدائے عمر سے والد ماجد کی تعلیم و تربیت میں رہا، اور والد کے انتقال تک ہمہ وقت ساتھ رہا۔ یہ بچہ مردِ مجاہد مولانا عبداللہ بنا، ایک مبلغ، ایک مجاہد جس کے جھنڈے تلے مجاہدین جمع ہوئے اور بالآخر غریب الوطنی میں جہاد کرتے ہوئے جنگلوں اور وادیوں میں معرکے سر کرتے سرحدی ساتھیوں کی بے وفائی کا شکار ہو گئے۔

تعلیم و تربیت

مولانا عبداللہ نے حدیث اپنے والد سے پڑھی اور والد ماجد کی ہمرکابی میں سرحد گئے اور ساری جنگوں میں شریک ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر میں تدبر،

www.abulhasanalinadwi.org

شاعت کا سلسلہ بٹھادیا۔ لوگوں کی نگاہیں آپ پر جم گئیں اور یقین ہوگیا کہ اپنے والد ماجد کے صحیح جانشین بنیں گے۔ والد کے ہمراہ پٹنہ واپس ہوئے اور ہر وقت حاضر باش رہے۔ درس قرآن وحدیث میں آپ قاری ہوتے اور مراقبہ ومشاہدہ کی مجلسوں میں شریک ہوتے۔

جہاد

کچھ مدت کے بعد والد ماجد کے ہمراہ سرحد تشریف لے گئے اور مجاہدین کے مرکز میں چار پانچ سال قیام کیا اور ساری فوجی کارروائی انجام دیتے رہے، اور سیاسی امور میں بھی دخل رکھتے تھے۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد تین سال اپنے منجھلے چچا مولانا عنایت علی غازی کے ہمراہ قیام کیا، بعض امور میں مولانا عنایت علی صاحب سے اختلاف ہوا تو چھوٹے چچا مولانا فرحت حسین صاحب کی طلب پر وطن واپس ہوئے اور برابر خدمت کرتے رہے۔ چچا کے انتقال ۱۲۷۴ھ کے بعد دل برداشتہ ہوئے، اور ادھر مرکز مجاہدین کے حالات اچھے نہ تھے، ان حالات کی نزاکت کے پیش نظر مولانا ۲۳ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ کو مع اہل وعیال اپنی ساری املاک فروخت کرکے ہجرت کی نیت سے مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے اور کلکتہ سے سوار ہوکر حجاز پہنچے، دو تین سال بعد جہاد فی سبیل اللہ کے شوق میں مجاہدین کے مرکز سرحد پہنچے، ستھانہ جو مدتوں مجاہدین کا مرکز رہا تھا اور ۱۲۷۴ھ تک مولانا عنایت علی صاحب کا چنئی (سرحد) میں انتقال ہوا، ان کے بعد تین آدمیوں کو مشترک امیر بنایا گیا، جس کے صدر مولانا نصر اللہ تھے، مجاہدین نے انگریزوں پر کئی شب خون مارے جن میں بعض بڑے کامیاب ہوئے اور انگریزی فوج کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ انگریزوں نے جھنجھلا کر ایک زبردست لشکر تیار کرکے روانہ کیا، جس نے پنجتار جو حضرت سیّد احمد شہید کا مرکز رہ چکا تھا، تباہ کیا

www.abulhasanalinadwi.org

اور جلا دیا۔ ۱۸۵۸ء میں وہ ملبے کا ڈھیر رہ گیا، پنجتار کے بعد جنگلی اور پھر منگل تھانہ کو تباہ کیا۔ اب مجاہدین کا مرکز صرف استھانہ رہ گیا تھا جس میں مجاہدین مقیم تھے اور سادات ستھانہ تھے جنہوں نے مجاہدین کا بڑا ساتھ دیا تھا اور حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے گہرا تعلق اور عقیدت رکھتے تھے، جس کے آخری چشم و چراغ اکبر شاہ تھے، ان کے بعد ان کے بیٹے عمر شاہ تھے جو انگریزوں سے لڑتے لڑتے شہید ہوئے، ان کی شہادت کے بعد ۲۰ رمضان ۱۲۷۴ھ کو انگریزوں نے استھانہ پر بھرپور حملہ کیا، سادات ستھانہ ترک وطن کر کے ملکا چلے گئے، چند مجاہدین جورہ گئے اور ان کے ساتھ پٹھانوں کا ایک دستہ رہ گیا۔ اس حملہ میں مجاہدین شہید ہو گئے، مگر پیٹھ نہیں پھیری، انگریزوں نے استھانہ کو بے دردی سے لوٹا اور تباہ کیا اور سادات کے سارے مکانات منہدم کر دیئے اور صرف اس وجہ سے کہ سادات نے ہر دور میں مجاہدین کا ساتھ دیا تھا۔ مولانا نصر اللہ صاحب کا انتقال ہو گیا۔ یہ دور مجاہدین کے لیے بڑا سخت تھا۔ اس دور میں مولانا عبداللہ مجاہدین سے جا ملے، مولانا کو ملکی امور کا وسیع تجربہ تھا، اس وقت ملکا مجاہدین کا مرکز تھا جو ستھانہ سے ۳۵ میل کے فاصلہ پر مہابن کے مغربی حصہ میں واقع تھا، ملکا میں سادات ستھانہ آباد تھے، اور مجاہدین کو ساتھ لے گئے تھے اور جنگ امبیلہ تک اسی مقام پر مجاہدین رہے۔

امارت

مولانا عنایت علی کے بعد جو تین امیر ہوئے تھے ان میں بعض شہید اور بعض کا انتقال ہوا، اسی اثنا میں مولانا مقصود علی پٹنہ سے آ گئے اور مجاہدین نے ان کو امیر بنالیا لیکن چند دنوں کے بعد وہ بھی انتقال کر گئے۔ اس درمیان مولانا عبداللہ پہنچے۔ اس وقت مولانا مقصود علی کے بیٹے مولانا اسحاق موجود تھے، اور بنگالی مجاہدین ان کی امارت کے حق میں تھے، مجاہدین کی نظر آپ پر پڑی اور ان کی نگاہِ

www.abulhasanalinadwi.org

انتخاب نے آپ کو امارت پر آمادہ کیا، آپ نے پہلے منظور نہیں کیا پھر پیہم اصرار سے قبول کیا۔ مسند نشینی کے بعد آپ نے تحریک اصلاح و جہاد پر بھرپور توجہ کی اور برابر اتباعِ سنت اور اعمالِ صالحہ پر آمادہ کرتے رہے اور مختصر سی مدت میں ایک لشکر تیار کر کے انگریزوں سے کامیاب مقابلہ شروع کیا۔

مولانا غلام رسول مہر رقم طراز ہیں:

''مولانا عبداللہ مجاہدین کے امیر بنے تو وہاں ہر گھر میں خدا کا ذکر ہوتا تھا، اسی ذکر سے پوری آبادی معمور تھی:

جو اسلام را برنگار و دبیر
بود پنج حرف ایں سخن یادگیر
مرکب شد اسلام با پنج حرف
بنا آمدش پنج، اے نیک ظرف
خود آں جا ہماں پنج موجود بود
رہ و رسم راباب مسدود بود

یعنی اسلام پانچ حرفوں سے مرکب ہے، اس دین حق کے ارکان بھی پانچ ہیں بس یہی ارکان مدار عمل تھے، ان کی خوب پابندی ہوتی تھی، غلط اور غیر مشروع رسموں کا دروازہ بند تھا، پھر وہاں ہر قسم کا سامانِ جنگ مہیا کیا جا رہا تھا، مثلاً بارود، گولے، گولیاں، توپیں، بندوقیں، بھالے، کمان، تیر، قرابینیں، تلواریں، گنڈاسے، ڈھالیں، اسلحہ خانہ جدا تھا، بزازی کا انبار جدا تھا، غلہ کا گودام الگ تھا۔''(۱)

اس وقت مجاہدین کی کیا قوت تھی اور ان کی کیا تعداد تھی، یہ بلیو کی حسب

---

(۱) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۳۰۷۔ بحوالہ غزائے پنجہ ۳۴، ۳۵

www.abulhasanalinadwi.org

ذیل رپورٹ سے معلوم ہوگی، وہ لکھتا ہے:

''مجاہدین کی تعداد بارہ سو اور چودہ سو کے درمیان ہوگی، یہ لوگ سب کے سب ہندوستانی ہیں، ان میں سے زیادہ تر بنگال خصوصاً ڈھاکہ اور وسطی اور شمالی ومغربی صوبوں نیز زیریں پنجاب کے ہیں، ان کا نصب العین یہ ہے کہ اسلام کو ہندوستان میں ازسرنو پوری شان وعظمت سے قائم کردیں، وہ اپنے موجودہ حلقۂ توطن میں عین شریعت کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں، انہوں نے فوجی تنظیم اختیار کررکھی ہے، ان کے پاس ہتھیار بھی خاصے ہیں، دو چھوٹی توپیں بھی ہیں''۔(۱)

ڈاکٹر بیلو کا یہ بھی بیان ہے کہ مولانا عبداللہ کے عہد میں مجاہدین کی دس جماعتیں تھیں جن میں سے نو ہندوستانیوں کی تھیں اور ایک مقامی اصحاب کی۔ ان جماعتوں میں ہر جماعت کا ایک سالار تھا اور سب کے پاس ہتھیار تھے، جن میں بندوقیں وغیرہ بھی تھیں۔ خود مولانا عبداللہ جس جمعیت میں تھے وہ پوری کی پوری بنگالی تھی، اس جمعیت کا نام ''جمعیت عبدالغفور'' تھا۔ مولانا غلام رسول مہر ان مجاہدین کی قوت ایمانی اور عزم ویقین کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہ کتنا حیرت انگیز واقعہ ہے کہ اتنے تھوڑے آدمیوں نے اتنے معمولی سامانِ جنگ کے ساتھ طویل مدت تک برطانیہ جیسی کثیر الوسائل حکومت کو خوفناک پریشانیوں میں مبتلا رکھا، اس سے مجاہدین کی ایمانی قوت کا اندازہ بخوبی ہوسکتا

---

(۱) یوسف زئی قبیلہ کے متعلق عام رپورٹ انگریزی۔ صفحہ ۹۹

www.abulhasanalinadwi.org

ہے۔ یہ اسلامی تعلیم کا عملی نمونہ تھا، جو ان بزرگوں نے مسلمانانِ ہند کے سامنے پیش کیا۔ سوچیے کہ اگر بارہ چودہ سو مسلمان بے سروسامانی کے باوجود قوتِ ایمانی سے کام لے کر یہ دل افروز مناظر پیش کر سکتے ہیں تو کروڑوں مسلمان اسلام کی پاک تعلیم کے عملی پیکر بن کر کیا کچھ نہیں کر سکتے''؟!۔(۱)

مولانا عبداللہ صاحب کے استقرار تنظیم جماعت مجاہدین کے استحکام کی وجہ سے ایک طرف وہ خوانین پریشان تھے جو مجاہدین کے خلاف تھے اور شرعی نظام کے تحت زندگی کو پابندی کی زندگی سمجھتے تھے۔ دوسری طرف انگریز مجاہدین سے خائف ہو کر ان کو اتنا پریشان کرنا چاہتے تھے کہ وہ پھر اپنا قدم نہ جما سکیں، اس لیے وہ مسلسل یورش کر کے مجاہدین کو نقصان پہنچاتے رہے، سادات استھانہ مجاہدین کی طرف سے مقابلہ کرتے رہے اور ہر مصیبت میں کام آتے رہے۔ انگریزوں نے بہرحال یورش کا فیصلہ کیا اور اس کے لیے تیاریاں شروع کر دیں اور ایک فیصلہ کن جنگ کا ارادہ کر لیا۔ یورش کا فیصلہ پنجاب کے گورنر رابرٹ منٹگمری اور گورنر جنرل لارڈ ایلن نے بطور خود کیا، یورش کا فیصلہ کرتے ہی ایک طرف تربیلہ سے در بند تک دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ فوجیں پھیلا دی گئیں۔ دوسری طرف ٹوپی اور بنیئی میں لشکر کا اجتماع شروع ہو گیا۔ انگریزوں کی نظر مجاہدین کے مرکز ملکا پر تھی۔ سادات ستھانہ کی مدافعت کی تیاری کی اور ان کے سردار شہزادے نے مولانا عبداللہ سے مشورہ کیا اور طے کیا کہ راستوں کو ناقابل گزر بنا دیا جائے اور پھر درخت کاٹ کاٹ کر ڈال دے، انگریزوں کو بڑھنے میں دشواری ہوئی، کئی راستے ناہموار پائے اور علاقے والے گزرنے پر راضی نہ ہوئے تو ایک ایسا راستہ

---

(۱) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۳۱۶

www.abulhasanalinadwi.org

اختیار کیا جہاں کے باشندے راستہ دینے پر مجبور ہوئے۔ انگریزوں سے اقدامات کیے اور مجاہدین کو ہدف بنایا، مجاہدین کے امیر مولانا عبداللہ اور سیّد عمران شاہ استھانوی نے اعلانِ جہاد کر دیا اور خوانین اور ایک مقامی بزرگ آخوند صاحب(۱) کے نام ایک اعلامیہ جاری کیا جس میں جہاد کی اہمیت اور جنگ کی دعوت اور طریقۂ کار کا اعلان تھا۔ ایک الگ خط آخوند صاحب کو لکھا جس میں ان کی اہمیت وعظمت کا اقرار اور انگریزوں کے اقدام کے نتیجہ سے آگاہ کیا۔ آخوند صاحب نے اس کے جواب میں ہمنوائی کا اعلان اور خوانین کو مولانا عبداللہ اور شہزادہ مبارک شاہ کا ساتھ دینے پر آمادہ کیا۔

مولانا عبداللہ اور سادات ستھانہ نے قبائل کے نام جو اعلان بھیجا اسے آخوند صاحب کی تائید کے بعد آزاد علاقے میں آگ لگادی اور ہر خطے سے لوگ جوش وخروش کے ساتھ محاذ جنگ پر پہنچنے لگے لیکن وہ قبائل جو انگریزوں کے دام فریب میں آچکے تھے وہ انگریزوں کے حامی تھے، اور انہوں نے انگریزی فوجوں کو ایسے راستوں اور طریقوں کا پتہ دیا جن سے انگریزوں کو کامیابی ہوسکتی تھی۔

مولانا عبداللہ اور شاہزادہ مبارک شاہ کو انگریزوں کے نئے راستے اور طریقہ کا پتہ چل گیا اور انہوں نے مدافعت کا انتظام کیا۔ انگریزوں نے کوشش کی کہ آخوند صاحب جن کا قبائل پر بہت اثر ہے مولانا عبداللہ صاحب کا ساتھ نہ

---

(۱) حضرت اخوند صاحب سوات ایک ممتاز حیثیت کی حامل شخصیت تھے۔ اسم گرامی عبدالغفور تھا، سوات بالا کے ایک مقام جبڑئی میں ۱۷۹۴ء کے آس پاس پیدا ہوئے، ابتداء ہی سے طبیعت ذکر وفکر اور زہد وتقویٰ کی طرف مائل تھی۔ دو ڈھیر میں حضرت مولانا شاہ محمد شعیب سے بیعت کی، دریائے سندھ کے کنارے بارہ سال ریاضتوں میں گزارے، حضرت سید احمد شہیدؒ سے بھی ملاقات کی اور ان کے سرّی مشوروں میں شریک رہے، ۱۸۷۷ء میں وفات پائی۔ اولاد میں پوتے میاں گل عبدالودود کو اور پھر ان کے بعد ان کے بیٹے جہاں زیب کو سوات کی حکمرانی ملی۔ (سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۳۶۷۔۳۶۸)

www.abulhasanalinadwi.org

دیں، دوسری طرف عین اس وقت جب جنگ شروع ہوگئی، انگریزوں نے کوشش کی کہ قبائل میں تفرقہ پڑ جائے اور رشوتوں اور حیلوں سے بڑے بڑے خوانین کو اپنا ہمنوا بنالیا۔

لیکن مجاہدین اور سادات استھانہ اور بعض قبائل بے جگری سے لڑے، ادھر آخوند صاحب خود تشریف لے آئے اور امبیلا کی مسجد میں مولانا عبداللہ اور شہزادہ مبارک شاہ ان سے ملے اور نہایت عاجزی اور دل فگاری سے عرض کیا:

> ''سب سے پہلے میرے عقائد سن لیجیے تا کہ میرا مذہب آپ پر واضح ہوجائے''۔ چنانچہ عقائد سن کر آخوند صاحب نے کہا اب کسی شئے کی ضرورت نہیں، میں آپ کو اپنا فرزند سمجھتا ہوں اور ہر حال میں آپ کا خیر خواہ رہوں گا۔ محبت سے بغل گیر ہونے کے بعد فرمایا کہ آج میرے اور آپ کے ناموس پر حملہ ہوا ہے ہمارا فرض ہے کہ مل کر انگریزوں سے جنگ کریں''۔(۱)

آخوند صاحب کی تشریف آوری کے بعد قبائل کے تازہ دم لشکر آ گئے اور جنگ میں کشتوں کے پشتے لگ گئے اور مجاہدین بڑی بے جگری سے لڑے، خصوصاً مولانا عبداللہ صاحب نے بڑی پامردی کا ثبوت دیا۔

اسی اثنا میں ایک آواز آئی کہ لوگو! اپنے کو بچالو! انگریزی فوجیں درّے سے اُتر رہی ہیں اور بڑے ساز وسامان سے حرکت میں آ گئی ہیں۔ اس آواز سے سراسیمگی طاری ہوگئی اور خوانین منتشر ہونے لگے اور کچھ خوانین آخوند صاحب کو البیلا سے لے کر چلے گئے۔ ''مولانا عبداللہ صاحب اور شہزادہ مبارک شاہ ان کے ساتھ بدستور اپنے مورچوں پر جمے رہے۔ مولانا عبداللہ صاحب نے اخوند

---

(۱) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۳۳۸

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب کو پیغام بھیجا کہ فرمایئے اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ ہم تو اپنا سر خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لیے ہندوستان سے آئے ہیں، دشمن کے مقابلہ سے کیوں پیچھے ہٹیں، اگر آج ہٹ جائیں تو کل خدا کو کیا منھ دکھائیں گے، خدا کی راہ میں جان دے دینا سب سے بڑی نیکی ہے، سر کی کیا پرواہ ہے یہ بھی تو اس کا دیا ہوا ہے نا؟!

''اخوند صاحب نے جواب میں کہلا بھیجا کہ آپ بالکل درست فرماتے ہیں لیکن یہ لوگ ٹھہر نہ سکے اور چند خوانین کے سوا سب بھاگ نکلے ہیں، پس آپ بھی ہمارے پاس آجائیں چنانچہ مولانا اور شاہزادے نے دامن کوہ میں مورچے قائم کر لیے اور اطمینان مقابلے پر جم گئے''۔(۱)

آگے لکھتے ہیں:

اسی دوران انگریزی کمشنر نے آخوند صاحب کو لکھا کہ آپ کیوں لوگوں کو ناحق قتل کرا رہے ہیں، برطانیہ کی طاقت بہت بڑی ہے، یہ غریب لوگ توپ وتفنگ کا مقابلہ نہیں کر سکتے، آپ درویش ہیں، گوشہ نشینی اختیار فرمائیں اور ہم صرف ان مجاہدین کو ملکا سے نکالنا چاہتے ہیں جن سے آپ کو بھی ہمیشہ اختلاف رہا۔ آخوند صاحب نے اس کے جواب میں لکھوایا بے شک آپ بڑے زور آور ہیں، لیکن آپ سے بھی بالاتر ایک عادل اور قوی ہستی موجود ہے، جس نے اصحاب فیل کو ابابیلوں سے تباہ کرایا، فرعون کو غرق کیا، نمرود کو مچھر سے ہلاک کرایا، بے شک میں فقیر ہوں لیکن آپ کیوں فقیروں پر بار بار چڑھائی کرتے ہیں، یہ طرز عمل آپ کی شان حکومت کے سراسر خلاف ہے۔(۲)

آخوند صاحب کی ہمنوائی اور اشارہ سے اکثر قبائل انگریزوں سے لڑتے

(۱،۲) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۳۴۱

www.abulhasanalinadwi.org

رہے اور گھمسان کا رن پڑا، چھٹی اور ساتویں لڑائی میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے اور اتنا سامانِ غنیمت ہاتھ لگا کہ غازی اسے اٹھا نہ سکے، حتیٰ کہ بعض خوانین نے بھی جوشِ جہاد میں مردوں کے سے کام کیے۔

والی دیر آیا، مگر اس کے آنے سے مجاہدین کو کوئی مدد نہیں ملی اور ان خوانین کی کوششیں بار آور ہوئیں جو انگریزوں سے ساز باز کیے ہوئے تھے، قبائل جم کر دیر تک لڑ نہ سکے، اور رخصت ہوتے گئے اور وہ جمعیت جو آخوند صاحب کی کوششوں سے اکٹھی ہوئی تھی وہ قبائلیوں کی تنظیمی عدم صلاحیت اور عدم استقلال، انگریزوں کی چالوں کی وجہ سے انتشار کا شکار ہوگئی اور انگریزں کے مقابلہ میں صرف مجاہدین اور سادات ستھانہ رہ گئے۔

مولانا عبداللہ نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو خود پوری ذمہ داری لی اور اپنی جانباز جماعت میں سے سو، سو کی دو جمعیتیں منتخب کیں اور ان پر دو کو سپہ سالار بنایا اور حکم دیا کہ وہ راہِ حق میں قربانی کا عملی نمونہ ان ہزاروں مسلمانوں کے سامنے پیش کر دیں جو کثرتِ تعداد کے باوجود میدان چھوڑ کر الگ ہو رہے ہیں۔

ایک پُر جوش خطاب

اب یہ دو سو افراد اپنی جانوں کو کھیل کر کفن سر پر باندھ کر انگریزوں کی بے پناہ قوت کے آگے کھڑے ہو گئے اور مولانا سامنے آئے اور آ کر ایک پُر جوش تقریر کی:

> ''بھائیو! ہر مجاہد کا جسم زخموں سے لالہ زار بننے والا ہے لیکن تم جانتے ہو کہ ہمارے چمن کی یہ بہار ہمیشہ تازہ رہے گی، دشمن جنگ کے لیے آیا ہے، اس کے مقابلہ سے ہٹنا ہمارے لیے گناہ ہے۔ تمہارے جسموں کا ایک ایک ٹکڑا بھی کٹ جائے تو پرواہ نہ کرو۔ دشمن کو پیٹھ دکھانا ہمارے لیے زیبا نہیں، تم

www.abulhasanalinadwi.org

جس آزمائش میں پڑنے والے ہو اس کی ہولناکیوں سے
میں ناواقف نہیں لیکن تمہیں معلوم ہے کہ لوہا جب تک آگ
میں پگھل نہیں جاتا اس سے جنگی ہتھیار نہیں بن سکتے۔"

اس تقریر کے بعد دُعا کی:

"الٰہی! تو جہاتوں کا کارساز ہے، تیرے سوا ہم کسی کی پناہ نہیں
ڈھونڈتے، زور اور قوت تیرے ہاتھ میں ہے، ہم ناچیز مسکین
کیا کر سکتے ہیں، تو غریبوں اور بیکسوں کا مددگار ہے، تیرے سوا
کسی سے یاوری کی اُمید نہیں، اس جنگ میں صرف تیری مدد
درکار ہے، یہ مجاہد صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے ہیں، تو ہی اپنی
رحمت سے انہیں زور اور قوت بخش سکتا ہے، تو نے مومنوں کے
لیے نصرت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ مالک! دشمنانِ دین پر ہمیں فتح
عطا کر، میں ان غریب الوطن بے کسوں کو تیرے حوالہ کرتا
ہوں، یہ سب تیری راہ میں جان کی قربانی پیش کریں گے، اگر
ملکی فوج ہمارا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ہے تو ہمیں کیا
پرواہ، اس کارزار میں فقط تو ہمارا مددگار ہے۔"

اس دُعا کا جو اثر مجاہدین پر پڑا وہ ظاہر ہے لیکن مولانا نے مجاہدین کو مخاطب کر کے فرمایا:

"بھائیو! اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے، وہی پاک ذات
تمہارے لیے کافی ہے، میری طرف سے سلام قبول کرو، تم
اس میدان میں رہ کر وہ فرض بجالاؤ جو خدا نے تمہارے ذمہ
عائد کر رکھا ہے۔"(۱)

---

(۱) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۳۳۵

www.abulhasanalinadwi.org

میدانِ کارزار

عام مجاہدین نے سلام کا جواب دیا اور بولے کہ اگر ہم سے کوئی خطا ہوئی ہو تو معاف فرمائیں۔ مولانا نے فرمایا: میں نے خدا کے لیے ہر خطا معاف کر دی، تم بھی میری خطاؤں کو معاف کر دو۔ یہ کہتے ہی ساتھیوں کو لے کر بلندی پر تشریف لے گئے، مقامی باشندے الگ تھے، صرف یہی دو سو کی جماعت میدانِ کارزار میں تھی، انگریزی فوجیں نمودار ہوئیں، مجاہدین سیسہ پلائی دیوار بن گئے، اور لڑائی چھڑ گئی، پورا میدان دھوئیں سے بھر گیا اور مجاہدین دیوانہ وار لڑتے اور جان دیتے رہے، آخوند صاحب نے یہ منظر دیکھا تو بے تابانہ دوڑنے لگے اور مقامی لوگوں کو مجاہدین کا ساتھ دینے پر آمادہ کرتے رہے، ہر ایک سے کہتے جاؤ اور ان بہادروں کی امداد کرو، کبھی ہاتھ اٹھا کر دُعا کرتے:

الٰہی بدہ فتح اسلام را
بکن غرق خصم بد انجام را

لیکن کوئی اس جنگ میں کودنے کو تیار نہ ہوا اور صرف سادات ستھانہ میدان میں کود پڑے اور یہ سارے مجاہدین شہید ہو گئے۔ جنگ کے خاتمہ پر مقامی باشندوں نے امبیلہ کے درختوں کے ایک جھنڈ کے درمیان جہاں انجیر کا درخت تھا ان سب کو سپرد خاک کیا اور وہ گنج شہیداں بن گیا۔

در آں دائرہ سر مجاہد نہاد
دولک آفریں بہ ہر مرد باد
چو قبلہ نما برسر ہر شہید
سوئے قبلہ می شد بہ حکم مجید

www.abulhasanalinadwi.org

تو کوئی کہ آں کشت گلزار شد
بہ خون شہیداں چو گلنار شد

(ترجمہ: مجاہدوں نے اس میدان میں اپنے سر قربان کر دیئے، ہر صاحب حوصلہ پر دو لاکھ بار آفریں، ہر شہید کا سر قبلہ کا پتہ دے رہا تھا، شہادت کے بعد خدا کے حکم سے ان سب کے سر قبلہ رو ہو گئے، وہ میدان گلزار بن گیا، شہیدوں کے خون نے اسے انار کے پھول جیسا بنا دیا۔)

مجاہدین کا کیا حال تھا، سیّد عبدالجبار شاہ لکھتے ہیں:

''یہ لوگ صابر و شاکر ہر وقت ذکر خدا میں مشغول رہتے تھے، ان کے پہرے دار ایک دوسرے کو آواز دیتے تو ایسے انداز میں ''سبحان اللہ'' کا نعرہ بلند کرتے کہ جو یہ نعرہ سنتا اس کا دل تڑپ اٹھتا، دوسرا پہرے دار جواب میں کہتا ''الحمدللہ'' تیسرا پکارتا ''یرحمکم اللہ'' چوتھا جواب دیتا ''یھدیکم اللہ''۔(۱)

انگریزوں کے لشکر میں دس ہزار سوار تھے، اور اس کے ساتھ قبائلی لشکری پچاس ہزار سے زیادہ تھے، اور مجاہدین کے ساتھ کل چار سو تھے، جنگ امبیلہ کے بعد مقامی باشندوں نے انگریزوں سے صلح کر لی، اور آخوند صاحب نے اپنے ایک مخلص مرید جو رئیس تھا اس کے ہاتھ میں مولانا عبداللہ صاحب کا ہاتھ دیا اور فرمایا یہ میری امانت ہے، اس کی خیانت کو میری خیانت سمجھنا۔ مولانا مختلف مقامات پر قیام کرتے اور جنگ کرتے رہے، ادھر یہ مجاہدین حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے نقش قدم پر چل کر راہِ خدا میں مولانا عبداللہ کی امارت میں جانیں دے رہے تھے اور مقامی باشندوں کے غدر، آپس کی نا اتفاقیوں کے سبب انتشار کا اور

(۱) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۳۴۸

www.abulhasanalinadwi.org

حاسدین کے حسد کا شکار رہے، ادھر ہندوستان میں مجاہدین کی مدد کرنے والوں پر ''وہابیت'' کی تہمت لگ چکی تھی اور گرفتاریاں اور ملک بدر کیا جانے لگا تھا، ان مظالم کا سب سے بڑا نشانہ مولانا عبداللہ صاحب کے خاندان والے بنے اور ان کو اس سلسلہ میں بڑی قربانیوں اور دار ورسن کی منزلوں سے گزرنا پڑا، اس کی صدائے بازگشت سرحد میں بھی پہونچی اور ملا صاحب کوٹھا عرف حضرت جی (جو حضرت سیّد احمد شہید سے روحانی تعلق رکھتے تھے اور اپنے وقت کے عظیم القدر بزرگ تھے) کے متعلق ایسی باتیں منسوب کی گئیں جن کا مقصد یہ تھا کہ ملا صاحب بھی وہابی ہیں اور پھر ان کے خلاف وہابیت کی آگ اس شدت سے بھڑکائی گئی کہ ان کو جلاوطن ہونا پڑا اور مقامی باشندوں کے لشکر نے ملا صاحب اور ان کے ساتھیوں کو بہت پریشان کیا اور اس کے ساتھ ساتھ مجاہدین کے خلاف لشکر کشی کی اور حملہ کر دیا۔ مجاہدین نے حفاظتی مورچے قائم کیے اور حملہ آوروں کو بڑا نقصان پہنچایا اور خود بھی شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

انگریز مسلسل مجاہدین سے لڑتے رہے، اور سرحدی خوانین ان کا ساتھ دیتے رہے، اس لمبی مدت میں مولانا عبداللہ صاحب انگریزوں اور قبائلی لشکروں سے لڑتے رہے اور مصائب وشدائد جھیلتے رہے۔ ۱۸۹۱ء کی جنگ کے بعد مجاہدین کو مختلف علاقوں سے شہر بدر ہونا پڑا، وہ جس قبیلہ کے پاس جا کر قیام کی اجازت چاہتے وہ قبیلہ ان کو تنگ کرتا اور مہمان نوازی سے انکار کرتا۔

دُعا اور اس کا اثر

آخر کار قبائلی حضرات کی بے وفائیوں اور طوطا چشمیوں اور انگریزوں کے منظم حملوں سے مولانا عبداللہ اتنے عاجز ہو گئے کہ آخر کار خدا سے دُعا مانگی:

www.abulhasanalinadwi.org

''اے عظیم الشان آسمانوں کے بنانے اور قائم رکھنے والے خدا! تیری راہ میں اب تک خلوص نیت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا، صبر اور رضابقضا کا دامن نہیں چھوڑا، مگر اب تو تیری زمین پر جگہ ہی نہیں ملتی۔ اب تو ہی بتا میں کہاں جاؤں؟ تیری زمین پر بسنے والے تو مجھے اپنے پاس رکھنے کے لیے تیار نہیں۔(۱)

مولانا کی آنکھوں میں آنسو تھے، لب تھرتھرا رہے تھے، اور دل سوز و گداز سے بھرا ہوا یہ دردناک الفاظ زبان سے کیا نکلے خدا کے غضب کو جوش آیا، سیّد بہادر شاہ جو مقامی باشندے تھے اور مولانا کے ہمنوا تھے اور اُردو میں مولانا کی دُعا سمجھ رہے تھے اپنا تاثر بیان کرتے ہیں:

''موصوف کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، ہم لوگ ایک ڈھیری کی بلندی پر بیٹھے تھے، جس کی جانب نالہ جاری تھا، یہ دردناک الفاظ امیر صاحب کی زبان سے نکلے تو عین اسی وقت سب کو ایک جھٹکا سا لگا، ایسا معلوم ہوا کہ شدید زلزلے کا جھٹکا تھا''۔(۲)

اس جھٹکے کا اثر یہ ہوا کہ مبارک خیل قبیلے کا جو موجود تھا یہ یقین ہو گیا کہ یہ جھٹکا امیر صاحب کی دُعا کا نتیجہ ہے، چنانچہ انہوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے فیصلہ کر لیا کہ ایسے نیک اور حق پرست بندے کو ناراض کرنا غضب کا موجب ہوگا اور ٹیلوائی کا گاؤں منّت سماجت سے مولانا کو اجارے میں دے دیا، اور تمام مجاہدین اس گاؤں میں مقیم ہو گئے، مولانا نے اپنی بقیہ زندگی اسی گاؤں میں گزاری اور اپنے مجاہدانہ کارنامے انجام دیتے رہے، فنون سپہ گری کی تعلیم دیتے رہے، اور مسلسل

---

(۱) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۴۶۴۔
(۲) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۴۶۳، ۴۶۴

www.abulhasanalinadwi.org

ان جنگوں میں شریک ہوتے رہے، جو انگریزوں کے خلاف لڑی گئیں مگر انگریزوں کی تنظیمی طاقت اور مضبوط جمعیت کے سامنے مجبور ہونا پڑا۔

وفات

ان ساری راہوں سے گزرتے ہوئے ۲۷ر شعبان ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۹ر نومبر ۱۹۰۲ء کو اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔ مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

''چوہتر (۷۴) سال کی عمر ہوئی، ہوشمندی کی زندگی کا ایک ایک لمحہ رضائے باری تعالیٰ کے مطابق راہ حق میں جہاد کرتے ہوئے صرف کیا، وہ اس مجاہد کبیر کے فرزند تھے جس کا خاندان بہار کے ممتاز امراء میں شمار ہوتا تھا، مولانا کی والدہ حیدرآباد دکن کے ایک رئیس مرزا واحد بیگ کی صاحبزادی تھیں، لیکن مولانا نے نہ دادیہال کی امیری سے کوئی فائدہ اٹھایا نہ ننھیال کی ریاست سے، سب کچھ چھوڑ کر انتہائی تکلیفوں، مصیبتوں اور پریشانیوں میں دن گزارے، اس لیے کہ حصول رضا کا راستہ یہی تھا، اس ہمت و عزیمت کے بزرگ ہر قوم کے لیے عزت و برتری کا بہترین سرمایہ ہیں۔ افسوس کہ ہم ان کے حیات آموز کارناموں کو گلدستۂ طاق نسیاں بنا چکے ہیں، مولانا کی قبر ٹیلوائی ہی میں ہے میں اس کے قریب پہنچ گیا لیکن چڑھائی کے باعث گاؤں میں نہ جا سکا''۔(۱)

---

(۱) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۴۶۸

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا عبدالکریم کی امارت

مولانا عبداللہ کے بعد ان کے بھائی مولانا عبدالکریم صاحب نے امارت سنبھالی، وہ اپنے والد ماجد مولانا ولایت علی کے ساتھ آٹھ نو سال کی عمر میں سرحد گئے تھے، پھر واپس آ کر دوبارہ اپنے بھائی مولانا عبداللہ کے ساتھ گئے اور ایک ایک لمحہ جہاد میں گزارا۔ مولانا عبداللہ صاحب کے بعد بعض مجبوریوں کی بنا پر ٹیلوائی چھوڑ کر اور اسمست میں مرکز قائم کیا جو آخر تک مجاہدین کا مرکز رہا، اور غالباً اب بھی ہے۔ مولانا عبدالکریم کے عہد امارت میں برابر جہاد کا کام ہوتا رہا اور ملک میں آزادی کی تحریک چلی اور پورا ملک انگریزوں کے خلاف ایک صف میں کھڑا ہو گیا۔

مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

> ''مولانا عبدالکریم نے ۲۵ ربیع الاوّل ۱۳۳۳ھ ۱۱ فروری ۱۹۱۵ء کو بروز پنج شنبہ نماز فجر کے وقت انتقال کیا اور اسمست میں تدفین عمل میں آئی۔
>
> وہ اس قافلے کے آخری فرد تھے جس کے سرخیل مولانا ولایت علی، مولانا عنایت علی اور مولانا عبداللہ رہ چکے تھے، ان پر امارت کا وہ مقدس دور ختم ہو گیا جس کی ابتدا حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے ہوئی تھی''۔(۱)

(۱) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۴۷۶

www.abulhasanalinadwi.org

باب سوم

مردانِ حق

- مولانا یحییٰ علی عظیم آبادی
- مولانا احمد اللہ جعفری
- مولانا عبدالرحیم صادق پوری

مقامِ بندگی دیگر، مقامِ عاشقی دیگر
نہ نوری سجدہ می خواہی، نہ خاکی بیش از آں خواہی

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا یحییٰ علی عظیم آبادیؒ

حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور عظیم آبادی خاندان

آپ کو گزشتہ صفحات کے پڑھنے سے یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد کے دو جزء تھے، ایک میدانِ جنگ میں دشمنوں سے مقابلہ اور قتال، دوسرے ان مجاہدین کی امداد کے لیے ہندوستان کے مختلف حصوں میں آدمی اور رقم فراہم کرنا اور مرکز کی مدد۔ جب تک سکھوں سے مقابلہ تھا تو رنگروٹ اور رقم فراہم کر کے مرکز بھیجنے میں دشواری نہ تھی لیکن انگریزوں کی عملداری کے بعد یہ کام دشوار ہو گیا اور اندرون ملک جو افراد اور عظیم آباد کے خاندان کے وہ افراد جو یہ عظیم کام انجام دے رہے تھے ان کے لیے رکاوٹیں پیدا ہو گئیں اور انگریزوں نے سراغ رسانی سے کام لے کر خانہ تلاشیاں شروع کر دیں اور ان جری اور غیور افراد کو نہ صرف گرفتار کر لیا گیا بلکہ ان کو سخت تکلیفیں دی گئیں، جائدادیں ضبط کی گئیں، جن میں خاص طور پر مولانا احمد اللہ اور مولانا یحییٰ علی اور مولانا عبدالرحیم تھے، ان حضرات کو شعبان ۱۲۸۰ھ مطابق جنوری ۱۸۶۴ء میں گرفتار کیا گیا اور آخر کار ان کو کالا پانی بھیج دیا گیا۔ اس دوران انھوں نے جو مصائب جھیلے اس کے تفصیلی حالات آگے آپ پڑھیں گے، پھانسی کا حکم ہوا، پیروں میں زنجیر ڈال کر پھرایا گیا، اور پھر ان کو ایک جگہ جمع کیا گیا۔ ان حضرات میں جنہیں ملزم قرار دیا گیا تھا ایک مولوی محمد جعفر تھانیسری بھی تھے جو ان عظیم

www.abulhasanalinadwi.org

آبادی مجاہدین کے عقیدت مند، فیض یافتہ اور حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے فدائی تھے (۱) ان کی کتاب ''کالا پانی'' (تواریخ عجیب) میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے جس کو پڑھ کر ان بلند پایہ مجاہدین کی عظمت وقربانی دلوں پر ثبت ہو جاتی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشن تاریخ آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔

حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی شہادت کے بعد ان کے سارے متعلقین پر حیرت واستعجاب اور بے پناہ غم وافسوس کی کیفیت طاری ہوگئی، جو جہاں تھا یہ جانکاہ خبر سُن کر اپنے حال میں نہ رہا۔

تذکروں میں متعدد واقعات ایسے ہیں کہ لوگوں نے سیّد صاحب کو کسی مقام پر دیکھا اور پہچانا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ خود سیّد صاحب نے بعض کلمات ایسے فرمائے تھے جس سے اس خیال کو تقویت ہوتی تھی۔ مثلاً خاندان میں یہ روایت مشہور ہے اور وقائع احمدی میں بھی مذکور ہے کہ آپ نے اپنی ہمشیرہ سے فرمایا کہ ''لوگ کہیں گے کہ سیّد احمد کا انتقال ہوگیا یا شہادت ہوگئی لیکن جب تک ہندوستان کا شرک، ایران کا رفض، سرحد وافغانستان کا غدر نہیں جائے گا میرا کام ختم نہیں ہوگا''۔ (اوکما قال)

اس طرح بعض دوسرے حلقوں میں بھی یہ خیال پختہ تھا کہ سیّد صاحب کی شہادت نہیں ہوئی بلکہ ظہور ہوگا۔ ان حلقوں میں مولانا جعفر علی تھانیسریؒ مصنف سوانح احمدی وتواریخ عجیب جو حضرت سیّد صاحب کے بڑے سوانح نگار اور واقف حال تھے، مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ وغیرہ تھے مگر یہ عقیدہ اہل صادق پور کا بڑا پختہ تھا کہ حضرت سیّد صاحب کا ضرور ظہور ہوگا۔ یہی وجہ کہ مولانا یحییٰ علی صاحب عظیم آبادیؒ حضرت سیّد صاحب کی شہادت کے تقریباً ۳۰-۳۵ سال بعد

---

(۱) حضرت سیّد صاحبؒ شہید قدس سرہ کے احوال وآثار پر ان کی ایک ضخیم کتاب ''سوانح احمدی'' ہے جو حضرت سیّد صاحبؒ سے متعلق مراجع کتب میں سے ایک ہے۔ (مرتب)

www.abulhasanalinadwi.org

گرفتار ہوئے اور مجاہدین کی امداد کے جرم میں پھانسی گھر میں پہنچائے گئے تو حضرت سیّد صاحب کی یاد اور ان کی زیارت کے اشتیاق اکثر نہایت درد سے یہ شعر پڑھتے تھے:

اتنا پیغام درد کا کہنا جب صبا کوئے یار سے گزرے
کون سی رات آپ آئیں گے دن بہت انتظار میں گزرے

خاندان

مولانا غلام رسول مہر نے سرگزشت مجاہدین میں صحیح لکھا ہے کہ:

"عظیم آباد کے تین خاندان تھے جن کے زیادہ تر ارکان حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے وابستہ ہوئے، اور ان اصحاب نے وابستگی کے تقاضوں کو جس للّٰہیت اور اخلاص سے پورا کیا اور جیسی عظیم الشان قربانیوں کی توفیق بارگاہِ الٰہی سے پائی اس کی کوئی مثال ہمارے دور زوال کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ تینوں خاندانوں کو عظیم آباد میں اوّل درجہ کی امیری کا رتبہ حاصل تھا، وہ سب کے سب پشتوں سے انتہائی فارغ البالی اور راحت و آسائش کی زندگیاں بسر کر رہے تھے، لیکن سیّد صاحب سے وابستگی کے بعد ان سب کے طرز حیات میں بنیادی تغیر پیدا ہو گیا اور انہوں نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے وقف کر دیا"۔(۱)

ان تین خاندانوں میں ایک خاندان مولوی الٰہی بخش کا خاندان تھا جن کے صاحبزادہ مولانا احمد اللہ، مولانا یحییٰ علی اور مولانا فیاض علی تھے، مولانا یحییٰ علی

(۱) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۳۵۳

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔

مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

''مولانا یحییٰ علی مولانا احمد اللہ کے تیسرے بھائی تھے اور ان سے دس برس چھوٹے تھے، علم وفضل، زہد وتقویٰ اور ایثار و قربانی میں انہیں خاندان کا گلِ سرسبد سمجھنا چاہئے، وہ خاصی مدت تک سرحد میں بھی رہے، واپس آئے تو دعوت و تنظیم جہاد کا پورا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا''۔(۱)

حلیہ

قد میانہ۔ رنگ صاف، چہرے پر چیچک کے کچھ اثرات، داڑھی ہلکی، خوبصورت بال، سیاہ سفید سے ملے جلے، کئی دانت ٹوٹے ہوئے۔

تعلیم وتربیت اور اس کے اثرات

اپنے بھائی مولانا فیاض علی سے درسی کتابیں پڑھیں اور مزید تعلیم برادر اکبر مولانا احمد اللہ صاحب سے حاصل کی اور حدیث کی سند مولانا ولایت علی صاحبؒ سے حاصل کی، بیعت کے بعد ہی سے اپنے مرشد مولانا ولایت علی صاحبؒ کے ساتھ رہے، ان کی محبت وخدمت اور توجہات سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم ظاہری وباطنی میں بڑا درجہ عطا فرمایا تھا، زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت، مراقبہ اور کشف قبور میں ملکہ حاصل تھا، خلافت بھی ملی، عموماً افتاء کا کام آپ کرتے، اسی طرح کثرت سے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مستحضر تھیں، آپ بڑے

(۱) سرگزشت مجاہدین۔ صفحہ ۳۵۵

www.abulhasanalinadwi.org

شیریں زباں تھے، وعظ اکثر کہتے اور حاضرین پر بڑا اثر پڑتا، درس وتدریس کا خاص مشغلہ تھا، طلبہ کا ہجوم رہتا، طلبہ پر بڑے مہربان اور شفیق تھے، ہمدرد وغمگسار وبا اخلاق اور سادہ مزاج تھے۔

پہلا سفر

سب سے پہلا سفر اپنے مرشد مولانا ولایت علی کے ہمراہ پکھل افغانستان کا کیا اور اس جنگ میں جو والی کشمیر گلاب سنگھ سے ہوئی تھی آپ مولانا ولایت علی صاحب کے دوش بدوش تھے اور اس جنگ میں آپ نے بڑی بہادری اور جوانمردی سے دشمنوں کا مقابلہ کیا، اکثر ایسا ہوا کہ میدانِ جنگ سے آئے اور اپنا عمامہ اتارا، تو گولیاں اس میں سے نکلیں۔ مولانا ولایت علی صاحب کے ساتھ ہی وطن واپس ہوئے اور ایک عرصہ تک وعظ وارشاد کا کام کیا، مختلف علاقوں کے دورے کیے، پھر مولانا ہی کے ہمراہ مجاہدین کے مرکز واپس ہوئے، اس پوری مدت میں آپ نے مختلف النوع تکلیفیں اٹھائیں، کئی کئی روز تک فاقہ کیا، پہاڑوں اور وادیوں میں مسلسل پیدل چلنا پڑا کہ پیروں میں آبلے تک پڑ گئے، مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ کے انتقال کے بعد ایک عرصہ تک مرکز میں قیام کیا، پھر اپنے وطن واپس ہوئے، اور مولانا فرحت حسین کی خدمت میں رہے جو ہندوستان میں جہاد اصلاح وتبلیغ کے کام میں مشغول تھے، آپ اس مدت میں گاؤں گاؤں دورے کرتے اور تبلیغ ودعوت کا کام کرتے رہے۔ مولانا فرحت حسین صاحب کی وفات کے بعد ان کی جانشینی کے منصب پر فائز ہوئے اور صبح سے شام تک درس وتدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔ جمعہ کے دن جامع مسجد تمونیہ میں وعظ فرماتے جو عصر تک چلتا، بعد عصر ارادت مندوں کا ہجوم ہوتا، بعد نماز مغرب عورتوں میں وعظ فرماتے، صدہا عورتیں دور دور سے شریک جلسہ ہوتیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

عشاء تک وعظ کہتے، عشاء کے بعد اپنے مکان صادق پور واپس ہوتے۔ منگل کے دن شب میں محلہ صادق پور میں آپ کا وعظ ہوتا، ایک جگہ عورتیں ہوتیں، دوسری جگہ مرد ہوتے جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی۔

گرفتاری

مولانا یحییٰ علی صاحب کے درس وتدریس، وعظ وارشاد اور دعوت وتبلیغ نے بہار سے لے کر بنگال تک ایمان ویقین، جہاد اور عمل صالح کا صور پھونک دیا تھا، اور مولانا ولایت علی کا چھوڑا ہوا کام اپنے شباب پر تھا کہ ۱۲۸۰ھ میں اچانک اکیلے مکان میں کمشنر و مجسٹریٹ پولیس سپرنٹنڈنٹ انبالہ پارسن صاحب اور دیگر افسران پولیس کے داخل ہوئے اور مولانا کو اپنے ہمراہ لے کر مولانا عبدالرحیم صاحب کے مکان پہنچے اور دن بھر پوچھ تاچھ کرتے رہے، پھر مولانا یحییٰ علی صاحب سے دس ہزار روپے ضمانت کے طلب کیے جو اہل خاندان نے مہیا کر کے دیئے۔ دس بارہ روز اطمینان وسکون کے ساتھ گزارے تھے کہ اچانک ضمانت کو منسوخ کر کے مولانا کو گرفتار کر لیا اور جیل روانہ کر دیا گیا جہاں پہلے سے مولانا عبدالرحیم صاحب تھے۔ یہ حضرات ۲۶ رمضان ۱۲۸۰ھ تک یہیں رہے، اس کے بعد ریل کے ذریعہ انبالہ لے جائے گئے، وہاں ان سب کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک سنگین کوٹھری میں رکھا گیا جو پانچ فٹ لانبی اور چار فٹ چوڑی تھی اور نہایت تنگ وتاریک تھی، اس کوٹھری میں دو ڈھائی ماہ گزارنے پڑے، جس جرم میں مولانا گرفتار ہوئے اس جرم میں دس اور دوسرے حضرات بھی تھے جن میں مولانا محمد جعفر تھانیسری اور مولانا عبدالرحیم صاحب عظیم آبادی بھی تھے، اس جیل خانہ کا نقشہ مولانا عبدالرحیم صاحب عظیم آبادی ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:

---

(۱) الدر المنثور فی تراجم اہل صادق پور۔ صفحہ ۶۶-۶۷

www.abulhasanalinadwi.org

''شب وروز میں ایک بار اس کا دروازہ کھلتا اور ایک جمعدار اور تین سپاہی اور ان کے ساتھ ایک باورچی کہ جس کے ہاتھ میں روٹیاں اور دال ہوتی اور ایک سقہ کہ جس کی مشک میں پانی ہوتا، اور ایک بھنگی ہاتھ میں گملا لیے ہوئے آتا اور ایک کوٹھری کو کھولتا، باورچی دو روٹیاں اور کچھ دال دے دیتا اور سقہ ایک کوزہ پانی دیتا اور بھنگی گملا صاف کر دیتا اور پھر یہ لوگ چلے جاتے۔ جو جو تکلیفیں اس میں گزریں اس کا بیان طویل ہے اور فضول۔ تین ہفتے بعد جب مقدمہ ہم لوگوں کا اجلاس میں صاحب مجسٹریٹ کے شروع ہوا اس وقت ہم گیارہ آدمی قبروں سے نکال کر ایک مکان حوالات میں جمع کر دیئے گئے جو اس جیل خانہ میں تھا۔ بعد تین مہینے کے جو ہم لوگوں نے آسمان کی صورت دیکھی اور ایک کی دوسرے سے ملاقات ہوئی از حد خوشی حاصل ہوئی۔ اس وقت جناب حضرت مولانا کا صبر و استقلال قابل دید تھا''۔(۱)

مولانا یحییٰ علی عظیم آبادی اور ان کے ساتھی دو مہینے تک روزانہ پولیس اور فوج کے حلقہ میں کچہری لے جائے جاتے، پہلے دن جب اجلاس میں پہنچے اور ظہر کا وقت آیا تو ان حضرات نے اجازت چاہی کہ اجلاس کے باہر وضو کر کے نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے مگر ان کو اجازت نہیں ملی، تو ان سب نے وہیں تیمم کر کے نماز ادا کی اور دائیں بائیں دو سو جوان فوجی پہرہ دے رہے تھے۔ کئی روز تک یہی طریقہ اختیار کیا۔ مجبور ہو کر مجسٹریٹ نے اجازت دی کہ ایک آدمی باہر جا کر نماز ادا کر لیا کرے، لیکن دو فوجی سنگین لیے ساتھ جاتے اور ان میں ایک

(۱) الدر المنثور فی تراجم اہل صادق پور۔ صفحہ ۶۶۔۶۷

www.abulhasanalinadwi.org

آدمی نماز ادا کرتا۔ مولانا یحییٰ علی صاحب اپنے مقدمہ میں کسی کو وکیل نہیں بناتے بلکہ خود تو یادِ خدا میں مشغول رہتے اور مولانا عبدالرحیم صاحب اپنی طرف سے اور مولانا کی طرف سے جوابات دیتے اور مقدمہ کی پیروی کرتے، بعض ساتھیوں کے پیہم اصرار سے ایک انگریز وکیل کیا گیا جو کلکتہ سے آیا، اس کو بڑی مشکل سے ان حضرات سے ملنے اور ان کا وکیل بننے کی اجازت ملی، اس مقدمہ کے دوران مولانا اور ان کے ساتھیوں اور گواہوں پر جو جو مظالم ہوئے وہ ہوشربا تھے۔ دو مہینے کے بعد مقدمہ کا فیصلہ ہوا۔ تین اشخاص مولانا یحییٰ علی صاحب، منشی محمد جعفر تھانیسری اور محمد شفیع صاحب کو پھانسی کا حکم ہوا۔ باقی آٹھ اشخاص جن میں مولانا عبدالرحیم صاحب تھے دوام حبس بعبور دریائے شور مع ضبطیٔ جائیداد کا حکم ہوا۔ اس حکم کے بعد مولانا یحییٰ علی صاحب پھر تنگ و تاریک کوٹھری میں مقید کر دیئے گئے، موسم نہایت گرم تھا، یہ ممکن نہ تھا کہ اس کوٹھری میں کوئی ایک ہفتہ بھی رہے اور زندہ بچے۔ اس لئے ڈاکٹر کے حکم سے کوٹھری کا دروازہ کھلا رکھا گیا تا کہ ہوا کا گزر رہو، مگر ایک سپاہی دروازہ پر ہر وقت رہتا تھا تا کہ مولانا کوٹھری کے باہر قدم نہ نکال سکیں، اور اس قید تنہائی میں مولانا دو ڈھائی مہینے رہے اور بڑے صبر و استقلال اور پامردی کا ثبوت دیا۔

جیل میں وعظ و نصیحت

مولانا جیل میں باوجود سخت مصائب کے جھیلنے اور بڑی سے بڑی تکلیف اٹھانے کے قیدیوں کو پند و نصیحت فرماتے رہتے تھے، خواہ پہرے دار سپاہی ہو یا قیدی سب کو آپ توحید باری کا وعظ سناتے اور عذابِ آخرت وغیرہ سے ڈراتے تھے۔

سپاہی جو پہرہ کے واسطہ آتا وہ سکھ ہوتا یا گورکھا، مسلمان نہ ہوتا، آپ اس

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "الدر المنثور فی تراجم اہل صادق پور" (تذکرۂ صادقہ)

www.abulhasanalinadwi.org

آیت کریمہ کا وعظ سناتے "أ أرباب متفرقون خیرٌ أم اللہ الواحد القھار" سپاہی کھڑا روتا اور جب اس کے پہرہ کی بدلی ہوتی تو اس صحبت کو چھوڑ کر جانا پسند نہیں کرتا، میں کچھ لکھ نہیں سکتا کہ کس قدر فائدہ اس وقت پہرہ والوں کو پہنچا اور کتنے موحد ہو گئے اور کتنے دین آبائی کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ "لا یعلم الا اللہ" آپ کا فیض کبھی کسی حالت میں بند نہ ہوا، آپ کا جسم مبارک قیدی تھا مگر آپ کے دل وزبان آزاد تھے، اس پر کسی کی حکومت نہ تھی، بجز اس حاکم حقیقی کے، اگر دو منٹ کے واسطے بھی کوئی آدمی سامنے آجاتا آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر بجالاتے۔(۱)

مولانا انبالہ جیل سے لاہور جیل لے جائے گئے، لاہور میں ایک سال قیام رہا، اس درمیان برابر قیدیوں کو نصیحتیں کرتے رہے، بری باتوں، چوری، ڈکیتی، بدکاری اور دوسرے گناہوں کے متعلق وعظ فرماتے رہے، مولانا کے ارشادات سے سیکڑوں قیدی، چوروں نے توبہ کرلی اور صدہا نمازی اور موحد بن گئے، ان ڈاکوؤں میں ایک بلوچ ڈاکو بھی تھا جس کا نام مزری تھا، ڈاکہ اور لوٹ کا پیشہ آبائی تھا، وہ بڑا مضبوط اور طاقتور تھا، اس نے جیل میں بھی ادھم مچا رکھا تھا، کام کچھ نہ کرتا، سیکڑوں بید لگ گئے مگر کچھ اثر نہ ہوا، اور بدچلنی سے باز نہ آیا، جیل کے داروغہ تک اس سے گھبراتے، اتفاق سے مولانا کا بستر اس کے بستر سے قریب لگا، مولانا نے اس کو سمجھایا اور وعظ ونصیحت فرمائی، چند ہی دنوں کے بعد اس کی حالت بدل گئی، وہ نیک چلن بن گیا، کام کرنے لگا، اور اتنا سیدھا ہو گیا کہ ہتھکڑیاں بھی اس سے ہٹادی گئیں اور اس کو پارچہ بافی کے کارخانہ میں داخل کردیا گیا، اس نے بہت جلد پارچہ بافی سیکھ لی، پانچوں وقت نماز پڑھنے لگا اور اپنے گزرے ہوئے اعمال کو یاد کرکے خوف خدا سے اکثر روتا، اتوار کو ڈاکٹر کے جانے کے بعد سارا

---

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "الدر المنثور فی راجم اہل صادق پور (تذکرۂ صادقہ)

www.abulhasanalinadwi.org

عملہ آپ کے پاس آبیٹھتا اور آپ بری باتوں سے بچنے اور نیک چلنی اختیار کرنے کی اور توحید الٰہی کا بیان کرتے، شرک وبدعت کے خلاف وعظ کہتے اور نماز روزہ کی تاکید کرتے۔

اس طرح کے واقعات بکثرت پیش آئے، جیل کے ذمہ دار مولانا کے اس طرز عمل اور کرامت کو دیکھ کر متعجب ہوئے اور غیر مسلم آپ کو دیوتا اور اوتار سمجھنے لگے تھے، اور مسلمان، بزرگ اور مربی جانتے۔

پھانسی سے کالا پانی

مولانا یحییٰ عظیم آبادی کو جب پھانسی کا حکم سنایا گیا تو مولانا بہت مسرور نظر آنے لگے اور درجۂ شہادت حاصل ہونے پر بہت خوش ہوئے، مگر ان مشتاقانِ شہادت کی خوشی واشتیاق کو دیکھ کر انگریزی حکومت نے اس سزا کو منسوخ کر دیا۔

۱۶ ستمبر ۱۸۶۴ء کو ڈپٹی کمشنر صاحب پھانسی گھروں میں تشریف لائے اور چیف کورٹ کا حکم پڑھ کر سنایا کہ تم لوگ پھانسی پڑنے کو بہت دوست رکھتے ہو اور شہادت سمجھتے ہو، اس واسطہ سرکار تمہاری دل چاہی سزا تم کو نہیں دے گی۔ تمہاری پھانسی سزائے دائم بعبور دریائے شور سے بدل گئی۔ بحر دسنائے اس حکم کے دستور کے موافق مقراض سے ہماری داڑھی، مونچھ اور سر کے بال تراش کر منڈی بھیڑ سا بنادیا، اس وقت میں نے دیکھا کہ مولوی یحییٰ علی صاحب اپنی داڑھی کے کترے ہوئے بالوں کو اٹھا اٹھا کر کہتے کہ افسوس نہ کر کہ تو خدا کی راہ میں پکڑی گئی اور اس کے واسطہ کتری گئی۔(۱)

مولانا کی داڑھی اور سر کے بال تو منڈوائے گئے جس سے مولانا کی شکل بالکل پہچانی نہیں جاتی تھی، لباس کا حال یہ تھا کہ کرتا کمر تک کا گیروا رنگا ہوا اور

(۱) تاریخ عجیب۔ صفحہ ۴۴

www.abulhasanalinadwi.org

ایک ٹوپی کان ڈھکی ہوئی۔

جزیرۂ انڈمان میں

دسمبر ۱۸۶۵ء میں آپ کو پھانسی کی سزا کے بجائے حبسِ دوام کی سزا دی گئی اور آپ کو جزیرۂ انڈمان روانہ کر دیا گیا، آپ لاہور سے ریل کے ذریعہ ملتان لے جائے گئے، وہاں ہفتہ عشرہ قیام کے بعد سکھر کوٹلی گئے اور پھر کراچی، ہفتہ عشرہ کے بعد جہاز کے ذریعہ ممبئی لائے گئے اور پھر تھانہ جیل میں مدتوں رکھے گئے، اس جیل میں ملک کے سخت ترین جرم کرنے والے رکھے جاتے تھے جن کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں، آپ چند ماہ اس میں رہے، وہاں بھی آپ کا فیض جاری رہا، پھر وہاں سے کالا پانی لے جائے گئے۔ آپ جنوری ۱۸۶۶ء میں تکلیفیں اٹھاتے اور طرح طرح کے مصائب جھیلتے جزیرۂ انڈمان پہنچے، مولانا نے اس جزیرہ میں اہل وطن سے دور غربت میں تقریباً دو سال قیام کیا۔ مولانا کے بڑے بھائی مولانا احمد اللہ عظیم آبادی سازش کے اس الزام میں گرفتار ہو کر جزیرۂ انڈمان پہلے ہی پہونچ چکے تھے، اور دونوں بھائی ایک ہی جگہ رہے۔ مولانا نے یہاں بھی پوری مدت میں تندہی سے سرکاری کام انجام دیئے، جب فرصت ہوتی تو قرآن وحدیث کا درس دیتے اور وعظ ونصیحت کے خاطر گھر گھر جاتے، عورتوں اور مردوں کو نماز کی تلقین فرماتے، بری باتوں سے روکتے، اس جزیرہ میں صدہا مردوں اور عورتوں نے مولانا کے ارشادات سے فائدہ اٹھا کر اپنی زندگی بدل ڈالی اور نمازوں کے پابند ہو گئے۔ مولانا کو جزیرۂ انڈمان میں ہی خبر پہنچی کہ پٹنہ میں مولانا کی جائیداد ضبط کر لی گئی ہے اور گھر وغیرہ کھدوا کر کھیت کر دیئے گئے ہیں، اور حکومت نے پورے محلہ صادق پور کے مکانات کھدوا کر ہل چلوا دیا ہے حتیٰ کہ

www.abulhasanalinadwi.org

قبرستان وغیرہ تک بھی برابر کروادیئے ہیں اور قبریں اکھاڑ کر تہہ وبالا کردی گئی ہیں۔ آپ نے پورے صبر وشکر سے یہ خبر سنی اور اپنی اہلیہ محترمہ کو خط لکھا اور صبر کی تلقین فرمائی، آپ نے تحریر فرمایا:

''حالِ انہدام دونوں مکانوں کا معلوم ہوا البتہ دل کو قلق ہوا، اور صدمہ بہت گزرا، کیونکہ مکان سکونت قدیم سے خصوصاً وہ مکان کہ جس میں ''ذکراللہ'' بہت ہوا ہو اور ''کاروبار'' فریضہ بہت اجرا پائے ہوئے ہوں، مومنین کو اُنس ومحبت بطور اہل وعیال کے ہوتی ہے، اسی روز وشب کو زیارت روح انور سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا۔ تبسم کناں دنا نے ..... کہ البتہ انہدام سے مکانوں کے مالکان مکان کو خصوصاً نسواں کو رنج والم بہت ہوا ہے اور ہونے کی وجہ ہے، اور ان آیات کریمہ کو زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ''وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ. (۱) رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْراً وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ. (۲) عَسٰى رَبُّنَا اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْراً مِّنْهَا اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا رَاغِبُوْنَ''. (۳)

اور فرمایا:

کہ ان آیات کریمہ کو ورد زبان رکھو، عبادت خانے اور مسجد اقصیٰ اور مکاناتِ انبیاء علیہم السلام بخت نصر اور جالوت کے

(۱) سورۃ البقرۃ۔۱۵۵۔۱۵۷۔(۲) سورۃ الاعراف۔۱۲۶۔(۳) سورۃ القلم۔۳۲

www.abulhasanalinadwi.org

ہاتھ انہدام پائے تھے، آخر منہدم کرنے والے نسیاً منسیاً ہوئے، اور یہ اماکن متبرکہ ازسرنو تعمیر ہوئے اور پہلے سے زیادہ آباد ہوئے، تم بھی اپنے رب کے فضل سے ایسے ہی امید رکھو، اللہ تعالیٰ کا بہت شکر کرو کہ تم ایسے امتحان کے لائق ٹھہرے:

دریائے عشق خالق دونوں جہاں میں ہم
نام ونشاں دار فنا کے ڈوبا چکے
کفن گلے میں ڈال کے، تسمہ کمر کے بیچ
ہم جوگی ہوئے محرم اسرار کے لیے
اے فدائے من فدایت جان من
جملہ فرزندان خاں ومان من

مولانا عبدالرحیم صاحب جو خود مولانا کے ہمراہ قید کیے گئے تھے، اور ان کا ساتھ رہا تھا مولانا کی تکلیفوں کے ذکر میں ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں جو انہی کے الفاظ میں سنیے:

''صبح کو کپتان ٹائی صاحب مجسٹریٹ وڈپٹی کمشنر انبالہ پارسن صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس جیل میں آئے اور داروغہ کو حکم دیا کہ مولانا سے سخت ترین مشقت لی جائے۔ چنانچہ خود اس نے اپنے روبرو کھڑے ہو کر ایک بڑے کنویں پر جو رہٹ چل رہا تھا عین تمازت آفتاب میں اس رہٹ کو آٹھ دس قیدی چلا رہے تھے اور وہ بمشکل چلتا تھا آپ کو بھی اس میں دے دیا اور دو تین روز تک تمام روز اس کو چلاتے رہے۔ آپ کو بہ باعث حرارت آفتاب خون کا پیشاب

www.abulhasanalinadwi.org

آنے لگا آپ نہایت صبر وشکر سے اس کو انجام دیتے رہے، دوسرے قیدی جو نہایت قوی اور توانا تھے، اس رہٹ کو کھینچتے کھینچتے بیٹھ جاتے مگر آپ صبح سے شام تک اس میں لگے ہی رہتے"۔(۱)

یہی مولانا محمد جعفر صاحب لاہور جیل کو روانگی کا سماں اس طرح کھینچتے ہیں:

"۲۲ر فروری ۱۸۶۵ء کو ہم جیل لاہور کو روانہ ہوئے، گیروا لباس، جوگیانہ صورت، کمبل اوڑھے ہوئے، بیڑی، ہتھکڑی کے زیور سے آراستہ پیراستہ ہم منزل در منزل کوچ در کوچ چلے جاتے تھے، دو ایک گاڑیاں ہمارے ساتھ تھیں، بقدر تیس چالیس قیدیوں کے ہم جیل انبالہ سے روانہ ہوئے تھے، سب باپیادہ تھے، جب کوئی تھک جاتا تو اس کو گاڑی پر سوار کر لیتے تھے ورنہ پاپیادہ خلخال آہنی کے چھن چھناتے چلے جاتے"۔

آگے چل کر انڈمان جاتے ہوئے تکلیف کی روداد اس طرح سناتے ہیں:

"اور سوا بیڑی اور ہتھکڑی اور ڈنڈے کے جو پہلے سے سب زیب تن تھے یہاں ایک بڑی موٹی زنجیر آہنی بھی ہمارے بیڑیوں کے بیچ میں پہنائی گئی جس سے اپنی اپنی جگہ سے کوئی ہل نہ سکتا تھا، جب تک ہم جہاز پر رہے اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے پاخانہ پیشاب کرتے رہے، اس وقت قریب آدھا آدھا من کا لوہا ہمارے جسم پر تھا، باوجود اس قدر کثرت پانی کے دریائے سندھ ہمارے زیر پا تھا ہم پڑے پڑے تیمم سے نماز پڑھتے تھے۔(۱)

---

(۱) الدالمنثور۔ صفحہ ۷۰، ۷۱

www.abulhasanalinadwi.org

صبر واستقلال

ان تمام دردناک اذیتوں اور قید بامشقت کے ہوتے ہوئے بھی مولانا صبر واستقلال کے پہاڑ تھے، مولانا نے جس صبر واستقامت سے ان تمام مصائب واذیتوں کا استقبال کیا تھا اس کی بھی روداد آپ مولانا عبدالرحیم صاحب صادق پوری کی زبانی سنیے:

''ہمارے حضرت مولانا کا صبر واستقلال اس وقت کا قابل دید تھا، شب کو میں اور آپ ایک ہی جگہ رہتے، آپ پچھلی شب حسب معمول نماز ودُعا وغیرہ میں مشغول رہتے اور اکثر اشعار عاشقانہ دیوانِ شاہ نیاز وحافظ وغیرہ کے پڑھتے، اور ایک نہایت وجدی کیفیت آپ پر طاری ہوتی، ہم لوگ سب ہوش باختہ ہوتے اور آپ نہایت مسرور وخوش، آپ کے چہرہ بشرہ سے کچھ بھی اثر رنج ومحن کے پائے نہیں جاتے تھے، ذکر اللہ سے رطب اللسان رہتے تھے۔

اس شعر کو بھی جو حضرت خبیب صحابی رضی اللہ عنہ کا ہے مترنم ہوتے:

ولست أبالی حین أقتل مسلما
علی أی شق کان فی اللہ مصرعی
وذلک فی ذات الالہ وإن یشاء
یبارک علی أوصال شلو ممزع

میرے پاس ایسے الفاظ نہیں کہ جن سے آپ کی اس کیفیت

---

(۲) پوری تفصیل مولانا جعفر صاحب تھانیسری کی کتاب ''کالا پانی'' میں ملاحظہ کیجئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

وجدی وصبر وشکر کا ایک شمہ بھی بیان کرسکوں اور اس کی تصویر
کھینچ کر ہدیہ ناظرین کرنا تو یہ ایک امر محال ہے"۔(۱)

اسی طرح مولانا بڑے درد اور عشق سے یہ شعر اکثر سیّد صاحب کے فراق میں پڑھا کرتے تھے ۔

اتنا پیغام درد کا کہنا
جب صبا کوئے یار سے گزرے
کون سی رات آپ آئیں گے
دن بہت انتظار میں گزرے"

علالت اور وفات

فروری ۱۸۶۸ء میں چودہ روز آپ کو بخار آیا اور گھٹنوں میں درد ہونے لگا، اسپتال میں داخل کردیئے گئے، علالت کے دوران میں یادِ خدا کی کثرت رہی، اور صبر وشکر میں مصروف رہے، عیادت کرنے والوں کو پند ونصیحت فرماتے۔ آخر کار ۳۰ر فروری ۱۸۶۸ء کو ہسپتال میں وطن سے دور صبر وشکر سے زندگی گزار کر اپنے رب سے جا ملے۔ انتقال کے وقت مولانا عبدالرحیم صاحب صادقپوری، مولانا احمد اللہ صاحب آپ کے برادر مکرم موجود تھے، زبان اللہ کے ذکر میں جاری تھی اور روح قفس عنصری سے پرواز کررہی تھی۔ دوسرے دن تجہیز وتکفین عمل میں آئی، ہزاروں کا مجمع تھا، ہر ایک کا دل مولانا کی جدائی سے بھرا ہوا تھا اور آپ کی محبت وفراق میں گریہ وبکا میں ہر شخص مبتلا تھا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر پینتالیس سال کی تھی۔

یادگار میں مولوی عبدالقیوم، مولوی محمد عیسیٰ اور مولوی محمد یوسف چھوڑا۔

---

(۱) الدالمنثور۔ صفحہ ۶۹

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا احمد اللہ جعفریؒ

ولادت

آپ ۱۲۲۳ھ میں عظیم آباد پٹنہ میں پیدا ہوئے، پہلا نام احمد بخش تھا، حضرت سیّد احمد شہیدؒ نے اس نام کو بدل کر احمد اللہ رکھا، والد کا نام الٰہی بخش تھا جو پٹنہ کے رؤسائے عظام میں تھے۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم مولانا ولایت علی صاحب سے حاصل کی اور تکمیل کی خاطر لکھنؤ تشریف لے گئے اور تمام علوم سے فراغت اپنے وطن عظیم آباد میں کی، فراغت کے بعد درس وتدریس کا کام اپنے ہاتھ میں لیا، حدیث کی سند مولانا ولایت علی عظیم آبادی سے حاصل کی۔

بیعت

حضرت سیّد احمد شہیدؒ جب پٹنہ تشریف لے گئے تو مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ کے خاندان والوں نے آپ سے بیعت کی اور پھر حضرت سیّد صاحب کے جانثاروں اور فداکاروں میں اپنی جان تک کی قیمت ادا کی۔

www.abulhasanalinadwi.org

خصوصیات

صادق پور میں بعد کے زمانہ کے تمام علماء آپ کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد ہوئے ہیں، آپ بڑے منتظم، صاحب تدبیر و تجربہ اور بارسوخ و سربرآوردہ اور رئیس تھے، نہایت ذہین و ذکی اور صاحب عقل و ہوش تھے، وائسرائے کے دربار میں آپ درجہ اوّل میں شمار ہوتے تھے، حکومت و رعایا کے اختلافی قضیوں میں آپ ہی کو ثالث اور حکم بنایا جاتا، جج سے اگر اختلاف ہوتا تو آپ کی ہی رائے پر مقدمہ فیصل ہوتا، تمام شہر کیا مسلمان اور کیا ہندو آپ کو اپنا خیر خواہ اور سرپرست سمجھتا۔ مولانا کا عوام اور حکام میں اتنا رسوخ تھا کہ ۱۸۵۷ء کے بعد مسٹر بٹلر کمشنر پٹنہ کو اس جرم میں برخواست کر دیا گیا کہ اُس نے احتیاطی تدابیر کے طور پر مولانا کو بے قصور گرفتار کر لیا تھا، ان تمام عزتوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ نہایت منکسر المزاج، غریب پرور، خلق مجسم، ذی مروت و سخاوت تھے، ہمت اور دلیری، حمیت اور ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

تحریکِ جہاد

مولانا بھی ان بزرگوں میں ہیں جنہوں نے حضرت سیّد صاحب کی تحریک تبلیغ و جہاد کو پورے نظم و ضبط سے چلایا اور منظم سلطنت کی طرح پورے نظام کی نگہداشت کی، ستھانہ کیمپ کو آدمی اور روپیوں کی فراہمی کی۔ حکومت کی نگاہوں میں یہ پورا خاندان کانٹوں کی طرح کھٹکتا تھا، اسی بنا پر ان حضرات کے گھروں کی کئی بار خانہ تلاشیاں ہوئیں لیکن باقاعدہ طور پر امارت و سیادت کی باگ ڈور مولانا نے اپنے بھائی مولانا یحییٰ علی صاحب کی گرفتاری کے بعد سنبھالی اور اس تحریک کا

www.abulhasanalinadwi.org

پورا بار مولانا کے سر آ گیا۔ مولانا کی شرکت جہاد کا اندازہ اس تحریک کے دشمنوں کی رپورٹ سے بخوبی ہو سکتا ہے:

"۱۹ راگست ۱۸۵۲ء میں پٹنہ کے مجسٹریٹ نے رپورٹ کی کہ باغی جماعت اور باغیانہ خیالات ترقی پر ہیں، انگریزی صوبہ کے اس دارالسلطنت (پٹنہ) کے خاص باشندے علانیہ بغاوت کی تبلیغ کرتے ہیں، پولیس بھی ان سے ملی ہوئی ہے، اور ان کے ایک سردار (مولوی احمد اللہ) نے اپنے مکان میں سات سو آدمیوں کے ایک جلسہ میں اعلان کیا کہ اگر مجسٹریٹ کی طرف سے مزید خانہ تلاشی ہوئی تو وہ ہتھیاروں سے مقابلہ کریں گے۔" (۱)

الزامِ سازش

مولانا یحییٰ علی صاحب کی گرفتاری اور انبالہ کے مقدمہ کے بعد حکومت اور اس کے حاشیہ نشینوں کو اس جماعت سے اور کد پیدا ہو گئی اور باقی ماندہ بزرگوں اور ممتاز اشخاص سے انتقام لینے کی فکر میں لگ گئے خصوصاً وہ مسٹر بٹلر سابق کمشنر پٹنہ جس کو مولانا ہی کی وجہ سے معزول کر دیا گیا تھا، پٹنہ میں رہ کر مولانا کے خلاف کوشش کرتا رہا، آخر کار مولانا یحییٰ علی صاحب کی گرفتاری اور مقدمہ کے بعد مولانا احمد اللہ صاحب پر سازش و بغاوت کا جھوٹا الزام لگا کر گرفتار کر لیا گیا اور ان پر مقدمہ چلایا گیا، الزام سازش میں بعض قریب کے لوگوں کی چغل خوری اور گواہی کا بھی دخل تھا، اس الزامِ سازش کے پہلے کے شکار مولانا ہوئے، ان کے بعد اور دوسرے ممتاز اشخاص بھی مصیبت و ابتلا میں گرفتار ہو گئے۔

---

(۱) سیرت سید احمد شہید طبع اوّل۔ صفحہ ۳۲۷

www.abulhasanalinadwi.org

گرفتاری

۱۸۶۴ء میں حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے خلیفہ جن کا ''صادق پور'' میں دم غنیمت تھا اور جو مظلوموں اور مصیبت زدوں کے باسہارا تھے حکومت کے عتاب میں آ گئے اور عجیب بات ہے کہ یہی مولانا احمداللہ صاحب جو ایک زمانہ میں حکومت کے معتمد تھے، دشمنوں کے کینے اور پے در پے سازشوں نیز اپنے بھائیوں کی جھوٹی گواہیوں کی بنا پر گرفتار کر لیے گئے اور تمام سابقہ خدمات، عزت واحترام پر پانی پھیر دیا گیا اور تعلقات پر خاک ڈال دی گئی۔ مولانا کی گرفتاری سے سخت نقصان پہنچا اور ہر ایک کے دل پر چوٹ لگی، تحریک کو صدمہ پہنچا اور صادق پور کا مشفق سرپرست اور بزرگ بھی جدا ہو گیا۔

مقدمۂ سازش اور سزائے موت

گرفتاری کے بعد مولانا کا مقدمہ دو اجلاسوں میں پیش ہوا، اور دونوں اجلاسوں سے سزائے موت کا حکم سنایا گیا، لیکن کلکتہ کے ہائی کورٹ میں اپیل کرنے سے سزائے موت حبس دوام سے بدل گئی، مولانا نے ان تمام سزاؤں کو خندہ پیشانی سے سنا، چہرۂ مبارک پر بجائے آثار رنج کے خوشی ومسرت کے آثار نمایاں تھے، مگر اس خبر وحشت ناک کو سن کر سارا شہر ماتم کدہ بن گیا۔ ہندو مسلمان شیعہ سنی چھوٹا بڑا اپنا پرایا ہر ایک (سوائے ان سازشی لوگوں اور گواہوں کے جنہوں نے مولانا کو بے قصور گرفتار کرلیا تھا) غم زدہ اور ماتم کناں تھا، ہر طرف آہ وبکا کا بازار گرم تھا، مگر مولانا کا رنگ جدا تھا، تقدیر پر صابر وشاکر اور خدا کے حکم پر راضی تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

جزیرۂ انڈمان میں

مولانا کو اسی سال حبس دوام کی سزا سنا کر جزیرۂ انڈمان روانہ کر دیا گیا، مولانا جزیرۂ انڈمان میں تقریباً ۱۸ سال رہے، اس اٹھارہ سالہ مدت میں بھی حکومت کی پُر غضب نگاہیں پڑتی رہیں اور طرح طرح کی تکلیفیں دی جاتی رہیں۔ آخر کے پانچ سال سکون سے گزرے اور کمشنر کے ہیڈ منشی مقرر ہوئے، تمام جزیرہ کے لوگ توقیر و عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور احترام بجالاتے تھے۔ پانچ سال کے بعد ایک شخص نے گورنر جنرل لارڈ میو کو قتل کر دیا، جس کی بنا پر ان حضرات پر اور سختیاں کی جانے لگیں، خود مولانا کو بھی دور کسی جگہ بھیج دیا گیا، مولانا کے ساتھ جو سختی برتی جاتی اور جیسی قیود و پابندیوں کی زنجیروں میں وہ جکڑے جاتے تھے اس کا اندازہ حسب ذیل واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

مولانا جب بہت ضعیف ہو گئے اور آپ کی عمر تقریباً اسی سال ہو گئی اور کسی کی خدمت کی ضرورت ہوئی تو آپ نے درخواست دی کہ مولوی محمد یقین صاحب جو صاحبزادے تھے ان کو بلا کر ملاقات ہو جائے مگر فقط اس سبب سے درخواست مسترد کر دی گئی کہ آپ وہابی ہیں اور وہابی کے ساتھ کسی رعایت کی گنجائش نہیں۔ اس پوری مدت میں مولانا مختلف کاموں میں اپنا وقت گزار رہے تھے۔

تعلیم و ارشاد

مولانا احمد اللہ جعفری کو جب بھی فرصت ملتی اور وقت ملتا تو وہ وقت اللہ کے ذکر، قرآنِ مجید کی تلاوت، نماز اور دُعا میں صرف فرماتے، نماز تہجد کبھی ناغہ نہیں ہوتی، جو قیدی آپ کے پاس آتا آپ اس کو ہدایت و تلقین فرماتے، سیکڑوں قیدی جنہوں نے خدا کے سامنے کبھی سجدہ نہ کیا تھا آپ کے ارشاد سے یکے موحد

www.abulhasanalinadwi.org

اور نمازی بن گئے اور بہت سے تہجد گزار اور روزہ دار ہو گئے، اور بداعمالیوں سے توبہ کر کے نیک و پارسا ہو گئے۔ پولیس اور پلٹن کے لوگ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور استفادہ کرتے، اس طرح آپ کی خدمت میں خاصی تعداد میں لوگ موجود رہتے اور دینی فائدے اٹھاتے، ہر مذہب وملت کے لوگ آپ کی نصیحتوں سے مستفید ہوتے، ہر ایک کو آپ سے دلی تعلق اور محبت ولگاؤ پیدا ہو گیا تھا اور جزیرہ کے بسنے والوں اور وہاں مقید لوگوں کی بڑی تعداد میں اصلاح ہوئی۔

خدمت وایثار

مولانا کو ایک دوکان سے پندرہ بیس روپیہ ماہوار ملتا تھا، اس قلیل آمدنی اور غربت ومسکنت میں بھی غرباء کی خبر گیری کرتے، بیکسوں اور محتاجوں کی امداد کرتے، جو ضرورت مند آجاتا اس کی ضرورت پوری کرتے اور ہمیشہ ہر ایک سے خندہ پیشانی اور فراخ حوصلگی سے پیش آتے تھے اور اپنی اس خدمت وایثار پر باعث اجر محسوس کرتے اور خوش ہوتے اور اپنی اس قید وبند کو عظیم احسان سمجھتے۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنم
منت از وشناس کہ بخدمت بداشتت

بیماری

مولانا احمد اللہ جعفری بیمار ہوئے اور دو ہفتہ بیمار رہے، ضعف واضمحلال کافی ہو گیا تھا، اور اس ضعیف العمری میں قید وبند کی سختیاں مزید اضمحلال کا باعث تھیں، اس حالت میں بھی یادِ الٰہی، نماز ودُعا میں کمی نہیں ہوئی اور شب وروز مشغول عبادت رہے، جب نہایت کمزور ہو گئے اور کوئی عزیز وقریب دیکھ بھال اور خدمت وڈھارس کے لیے پاس نہ تھا تو مولوی عبدالرحیم صاحب صادق پوری (جن کو جس

www.abulhasanalinadwi.org

دوام کی سزا ہوئی تھی، اور آپ کے بھانجہ تھے) نے گورنمنٹ کو درخواست دی کہ میں ان کا قریبی رشتہ دار ہوں، کوئی ان کی خبر لینے والا نہیں ہے، اس واسطہ اُمید کرتا ہوں کہ مولانا کو میرے پاس رہنے کی اجازت دی جائے گی۔ یہ درخواست بھی اسی بنا پر رد کر دی گئی کہ دونوں وہابی ہیں ان کے ساتھ ایسی رعایت نہیں ہو سکتی۔ پھر مولوی صاحب نے درخواست دی کہ مجھ کو ان کے پاس رہنے کی اجازت دی جائے تو یہ درخواست بڑی ردّوقدح کے بعد منظور ہوئی مگر مولانا کی خدمت میں مولوی عبدالرحیم پہونچ بھی نہیں پائے تھے کہ مولانا کا انتقال ہو گیا۔

وفات

۲۱ر نومبر ۱۸۸۱ء ۲۸ر محرم الحرام ۱۲۹۸ھ کی شب دوشنبہ کو مولانا اس دار فانی سے رخصت ہوئے، دو ہفتہ بے ہوشی رہی، مولانا کے پاس اس وقت عبدالواحد نامی ایک ملازم حاضر تھا، انتقال کے وقت مولانا نے پندرہ روز بعد بے ہوشی سے آنکھ کھولی، ''الا اللہ'' اور ''یا مالک الملک'' آخری کلمہ فرمایا اور انتقال فرمایا۔ مولانا کا انتقال ہو گیا مگر حکومت نے انتقال کے بعد بھی کسی قسم کی رعایت نہ برتی بلکہ اس سرد جسم کو بھی آزادی نہ بخشی۔ اس عبرت انگیز منظر کو مولانا عبدالرحیم کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے جو اس وقت موجود تھے:

> ''صلاح یہ ٹھہری کہ آپ کو یہاں سے لے جا کر جہاں آپ کے چھوٹے بھائی مولانا یحییٰ علی صاحب مدفون ہیں اسی کے بغل میں دفن کریں۔ چنانچہ اس کی اجازت لینے کو گئے، اس نے نامنظور کیا، حکم دیا کہ ڈنڈا سینٹ میں دفن کرو، لاچار ہم لوگ غسل و کفن دے کر اور نماز پڑھ کر ایک چھوٹی سی کشتی میں ڈنڈا سینٹ گئے اور وہاں سمندر کے کنارے ایک ٹیلہ

www.abulhasanalinadwi.org

پر کہ جہاں اور بھی چند قیدیوں کی قبریں تھیں آپ کو دفن کیا۔
وہ ٹاپو عجب وحشت ناک نظر آیا، ایک طرف تو جنگلی درخت
جو آسمان سے بات کرتے ہیں اور دوسری طرف سمندر کی
موجیں مانند پہاڑ کے آ کر جزیرہ کو تھپڑ لگا رہی ہیں، ایک
طرف تو جنگل کی ہوا خوب زور سے شائیں شائیں کر رہی
ہے اور دوسری طرف امواج سمندر شور وغل مچا رہے ہیں،
گویا شور محشر بپا ہے۔ ایسی حالت میں ہم لوگ ایسے در یتیم
کو، ایسے لعل شب چراغ کو، ایسے یاقوت احمر کو اپنے ہاتھوں
مٹی میں دبا کر آہِ سرد بھرتے ہوئے با چشم گریاں و دل
بریاں وہاں سے اپنی جگہوں پر واپس آئے۔

اے حضرات ناظرین! اپنے کانوں سے بدبہ غفلت کو دور
کر کے اور اپنی آنکھوں پر سے غشاوۂ بے ہوشی کو اٹھا کر ذرا
ہوش سنبھال کر اس سانحہ کو دیکھو کہ آپ کہاں پیدا ہوئے اور
کس ناز و نعم میں پلے اور پرورش پائی اور پھر کس ثروت و نام
ونشاں کے ساتھ ایک بہت بڑا حصہ اپنی عمر کا آپ نے طے
کیا اور پھر آخر میں بشوق دار الآخرت آپ سب کو خیر باد
کہہ کر کس تنہائی و غربت کی حالت میں واصل بحق ہوئے!

ٹیسو جب پھولن پر آئے
پات پات کر سب لٹائے
کالا منہ کر جگ کو دکھائے
تب لالن کی لالی پائے"(۱)

---

(۱) الدر المنثور۔ صفحہ ۵۶۔۵۷

www.abulhasanalinadwi.org

اولاد

مولوی عبدالحمید، مولوی اشرف علی، مولوی عبدالحکیم، مولوی رحمت اللہ اور محمد یقین آپ کے صاحبزادگان ہیں۔

۱۔ مولوی عبدالحمید ۱۲۴۵ھ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد سے تکمیل علوم کی ادب عربی کا خاص ذوق تھا۔ حضرت سیّد احمد شہید کی شان میں ایک عربی قصیدہ کہا، عربی فارسی اُردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے، پریشان تخلص کرتے تھے، طبیب بھی تھے، شاعر اور ادیب بھی تھے، اور معقولی بھی۔ ۱۹۰۰ء میں پٹنہ میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کا اجلاس ہوا تھا، اُس میں آپ کا عربی قصیدہ شاہ سلیمان صاحب پھلواروی نے پڑھا تھا۔

۲۔ مولوی اشرف علی ۱۲۵۹ء میں پیدا ہوئے، درسیات اپنے والد اور بھائی مولانا عبدالحمید صاحب سے پڑھیں اور اپنے چچا مولانا یحییٰ علی صاحب کے ساتھ سرحد گئے، پھر واپسی پر مفتی یوسف فرنگی محلی سے فتاویٰ کی مشق کی، لکھنؤ، بھاولپور، بنارس اور جونا گڑھ میں درس وتدریس کا کام کیا۔ نرم گفتار، خوش خلق اور ذاکر وشاغل تھے۔

۳۔ مولوی عبدالحکیم ۱۲۶۱ھ میں پیدا ہوئے، درسیات کی تکمیل اپنے بھائی حکیم عبدالحمید صاحب سے کی، اتباع سنت میں ممتاز تھے، وعظ وارشاد کا مشغلہ رکھتے، طب بھی حاصل کی، اور بیعت وارشاد بھی کرتے تھے۔ ان کے صاحبزادہ مولانا حکیم عبدالخبیر صاحب تھے جو اپنے خاندان کے مرکز وماویٰ تھے اور علم ظاہر وباطنی سے متصف تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا عبدالرحیم صادق پوریؒ

ولادت

آپ مولانا فرحت حسین صاحب (جو مولانا ولایت علی صاحب و مولانا عنایت علی صاحب کے چھوٹے بھائی تھے اور ''چھوٹے حضرت'' کے لقب سے مشہور تھے) کے صاحبزادہ تھے۔ ۱۲۵۲ھ کو صادق پور (پٹنہ) میں پیدا ہوئے جبکہ حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی شہادت کو پورے چھ سال گزر گئے تھے۔

تعلیم

چار سال کی عمر میں تعلیم کی ابتدا کی اور اپنے ہم نام مولوی عبدالرحیم یکے از خلفاء مولانا ولایت علی عظیم آبادی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ مولانا ولایت علی عظیم آبادی کی ہجرت کے بعد مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کی اور آخر میں اپنے والد محترم اور مولانا احمد اللہ جعفریؒ سے استفادہ کیا۔

بیعت

حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے بعد مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ امارت و امامت کے مقام پر فائز تھے اور حضرت سیّد احمد شہیدؒ کا حلقہ مولانا ہی کی جانب رجوع تھا،

www.abulhasanalinadwi.org

خصوصاً عظیم آباد کا پورا خاندان حضرت سیّد صاحب کے بعد مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ سے بیعت تھا، اس لیے مولانا عبدالرحیم صاحب نے بھی مولانا ولایت علی صاحب سے بیعت کی۔

۱۲۷۴ھ میں مولانا کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا، دوسری طرف مولانا ولایت علی عظیم آبادی کے صاحبزادہ مولانا عبداللہ صاحب جو گھر کے سرپرست اور ذمہ دار تھے سرحد کو ہجرت کر گئے، تو گھر کی تمام ذمہ داری، مقدمات وغیرہ کی پیروی مولانا کے سر آپڑی۔ آپ کو نا چار درس وتدریس اور علمی مشاغل ترک کرنا پڑا، اور خاندان کی خدمت، پرورش اور تحریک جہاد سے جو حکومت کا عتاب نازل ہوا تھا اس کے سلسلہ میں دوڑ دھوپ میں وقت گزرنے لگا۔

تحریک جہاد

پٹنہ تحریک اصلاح و جہاد اور تنظیم جماعت کا مرکز بن گیا تھا، اور اس مقدس خاندان کا ایک ایک فرد اس سلسلہ کی اہم کڑی تھا، بچہ بچہ حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد کا پرجوش داعی بنا ہوا تھا، خود مولانا عبدالرحیم صاحب بچپن سے مولانا ولایت علی صاحب کے ساتھ اس کام میں شریک اور سرگرم کارکن تھے اور انہوں نے اس سلسلہ میں اہم خدمات انجام دیں۔ آپ نے آنکھ کھولی تو گھر گھر اس کا چرچا تھا، پرورش پائی، تو اسی ماحول میں اور اس تحریک کے پرجوش داعیوں بلکہ جماعت کے امراء اور قائدوں کی گودوں میں کھیلے، بڑے ہوئے تو کام کا بوجھ خود آپ کی گردن پر پڑا اور آخر میں اسی راہ میں حبس دوام کی سزا ملی اور حکومت کی پُرغضب اور خون آلود نگاہوں کے تیر سے سرخرو ہوئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مقدمہ سازش

۱۲۶۵ھ میں جب سکھوں نے انگریزوں سے صلح کرلی اور مجاہدین براہِ راست انگریزوں سے مقابل ہوئے اور پنجاب کا الحاق ہوگیا، تو انگریزوں کو مجاہدین سے اتنی کد ہوگئی کہ ان کی نظر میں مجاہدین سے زیادہ برا اور خطرناک دشمن کوئی نہ تھا اور پورے ہندوستان میں دار وگیر کا سلسلہ شروع ہوگیا اور اپنی ناکامی اور شکست اور زیرباری کا انتقام ان لوگوں سے بھی لیا جانے لگا، جن کا تعلق مجاہدین سے کسی نہ کسی حیثیت سے بھی تھا۔ اس سلسلہ میں سازشوں کے مقدمات چلائے گئے، لوگوں کو گرفتار کیا گیا اور سزائیں دی گئیں، سب سے پہلا مقدمۂ سازش ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۴ء) میں چلا، جس کے ماخوذین میں مولانا عبدالرحیم صاحب اور مولانا یحییٰ علی صاحبؒ بھی تھے، اس مقدمہ میں گیارہ ملزم تھے۔ مولانا عبدالرحیم صاحب صادق پوری کی عمر اس وقت ۲۸ سال کی تھی، الزام یہ تھا کہ یہ حضرات گورنمنٹ سے بغاوت کرتے ہیں، اور باغیوں کی امداد واعانت کرتے ہیں۔

گرفتاری اور اس کا اثر

مولانا کی گرفتاری سے خاندان پر بڑا اثر پڑا اور پورا خاندان بے بزرگ اور یتیم سا ہوگیا۔ اس خاندان کے جو بزرگ تھے وہ یا تو ہجرت کر گئے تھے اور باقی ماندہ گورنمنٹ کے عتاب کا شکار ہوگئے تھے، مولانا عبدالرحیم صاحب اور مولانا یحییٰ علی صاحب کی گرفتاری سے خاندان کا رہا سہا سہارا بھی ٹوٹ گیا، اس دردناک منظر کا نقشہ خود مولانا عبدالرحیم صاحب کھینچتے ہیں۔ (واضح رہے کہ مولانا کی گرفتاری کے بعد گھر کا سارا بار مولانا محمد حسن صاحب فرزند مولانا ولایت علی

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب کے سر پڑ گیا، جن کی عمر صرف سترہ سال تھی)

تذکرۂ صادقہ میں ہے:

''۱۸۶۴ء میں جب مقدمۂ بغاوت اس فقیر پر قائم کیا گیا اور گرفتار ہو کر جیل خانہ بھیجا گیا، اس وقت آپ (محمد حسن صاحب) کی عمر تخمیناً سترہ برس کی تھی، اس وقت تک اس خاندان کا عروج جو سلطنت مغلیہ سے برابر چلا آتا تھا، ختم ہوا اور یہ خاندان بالکل تباہ ہو گیا، جائیداد ضبط ہو گئی، مکانات توڑ دیئے گئے، اسباب چھین لیے گئے، گھر کے بزرگ اور والی دریائے شور بھیج دیئے گئے۔ الغرض یہ فقیر عبدالرحیم جب گرفتار ہوا تو میں نے کہا کہ اب میں جاتا ہوں لو اب گھر بار کی خبر گیری کرو۔ یہ سن کر مولوی محمد حسن مرحوم کا رنگ ہی دوسرا ہو گیا۔(۱)

مصائب

گرفتاری سے لے کر جزیرۂ انڈمان تک جو مصائب اٹھائے وہ ان ہی کے الفاظ میں سنئے اور اندازہ کیجئے کہ ان مجاہدینِ راہِ حق نے کتنے ستم اٹھائے اور اُف تک نہ کی بلکہ اس کو اپنے لیے باعث فخر و نجات سمجھا۔

''بارہویں شعبان ۱۲۸۰ھ میں ہم سب لوگ اپنے اپنے مکانوں میں اپنے شغلوں میں مصروف تھے کہ یکا یک الیگزینڈر صاحب کلکٹر و مجسٹریٹ پٹنہ مع پارسن صاحب پولیس سپرنٹنڈنٹ انبالہ مع دو تین افسران پورپین اور ایک

(۱) تذکرۂ صادقہ (درمنثور) از مولانا عبدالرحیم۔ صفحہ ۱۲۱

www.abulhasanalinadwi.org

جماعت کانسٹبلان پولیس تشریف لائے اور دونوں مکانوں کا احاطہ کرلیا"۔

اس مؤلف کتاب سے اس مقدمہ کی بابت سوال شروع کیا تو فجر کے آٹھ بجے سے چار بجے تک یہی پوچھتا چھ مجھ سے رہی، بعد اس کے سب لوگ چلے گئے، اس کے ایک روز درمیان دے کے تاریخ چودہویں شعبان کو پھر یہ لوگ اسی مجمع کے ساتھ تشریف لائے اور اس حقیر کو اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھا کر مجسٹریٹ صاحب بانکے پور اپنے بنگلہ پر لے گئے اور وہاں سے حوالات کا حکم دیا۔ دو روز حوالات میں رکھ کر جیل خانہ بھیج دیا"۔

انبالہ جیل میں

".....بعد اس کے ہم سب لوگ بہ سواریٔ ریل انبالہ پہنچا دیئے گئے.....اور علیحدہ علیحدہ ایک ایک کوٹھری میں کہ جس کو سنگین کوٹھری کہتے ہیں بند کیے گئے، وہ کوٹھری پانچ فٹ لانبی اور چار فٹ چوڑی ہوگی اور چھت اس کی نہایت بلند اور اوپر چھت کے ایک چھوٹا سا روشن دان تھا کہ آدمی اس میں سانس لے سکے نہایت تنگ و تاریک تھی، اس کوٹھری میں تخمیناً اڑھائی تین مہینہ ہم لوگ رہے، جملہ گیارہ آدمی تھے، شب و روز میں ایک بار اس کا دروازہ کھلتا اور ایک جمعدار اور دو تین سپاہی اور ان کے ساتھ ایک باورچی

www.abulhasanalinadwi.org

کہ جس کے ہاتھ میں روٹیاں اور دال ہوتی اور ایک سقہ جس کے مشک میں پانی ہوتا اور ایک بھنگی ہاتھ میں گملا لیے ہوئے آتا اور ہر ایک کوٹھری کو کھولتا، باورچی دو روٹیاں اور کچھ دال دے دیتا اور سقہ ایک کوزہ پانی دیتا اور بھنگی گملا صاف کر لیتا اور پھر یہ لوگ چلے جاتے۔ جو جو تکلیفیں اس میں گزریں اس کا بیان طول ہے اور فضول"۔

مجسٹریٹ کے اجلاس میں

".....اور بعد تین مہینہ کے مقدمہ ہم لوگوں کا اجلاس میں صاحب مجسٹریٹ کے شروع ہوا..... قریب دو مہینے کے مقدمہ مجسٹریٹی میں دائر رہا اور ہم لوگ روزانہ حلقہ میں سپاہی پولیس کے پلٹن کے نو دس بجے کچہری روانہ کیے جاتے اور قریب مغرب پھر وہاں سے مراجعت کر کے جیل خانہ پہنچتے۔ اوّل روز جب ہم لوگ اجلاس پر حاضر ہوئے اور وقت نماز ظہر آیا، ہم لوگوں نے درخواست کی کہ ہم لوگوں کو نماز پڑھنے کی اجازت ملے۔ صاحب مجسٹریٹ نے فرمایا کہ تم لوگوں کے لئے مقدمہ ملتوی نہیں کیا جائے گا۔ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کا یہ مطلب نہیں کہ آپ مقدمہ ملتوی رکھیں بلکہ آپ جس طور پر اظہارِ گواہان وغیرہ لے رہے ہیں اور کارروائی کر رہے ہیں، سب اسی طور پر کرتے رہیں، غیر حاضری کے وقت میں ہم لوگوں کا جو کے

www.abulhasanalinadwi.org

جو گواہوں کا اظہار ہوگا اور ہم لوگ اس کو نہیں سن سکیں گے وہ نقصان ہمارا ہوگا، اس نقصان کو ہم لوگ بخوشی گوارہ کرتے ہیں مگر نماز قضا نہیں کر سکتے، اس پر صاحب نے غصہ ہو کر اور جھلا کر فرمایا کہ تم لوگ باہر جانے نہیں پاؤ گے۔ ہم لوگوں نے کہا بہت خوب اور فی الفور زمین پر تیمم کر کے کھڑے ہو گئے اور مولانا اور ہم لوگ دس آدمی تکبیر کہہ کر اور تحریمہ باندھ کر عین اجلاس پر ہم لوگوں نے نماز ادا کی... دو یا تین روز نماز ظہر ہم لوگوں نے اسی طور پر ادا کی... اس مقدمہ میں جو کچھ کارروائی جابرانہ خلاف قانون عمل میں آئی اس کا بیان بہت طول طویل ہے، صرف ایک ماجرا سے جو میں بیان کرتا ہوں، حضرات ناظرین باقی کو بھی اس پر قیاس فرمالیں ایک لڑکا صدرالدین نامی تیرہ چودہ برس کی عمر کا جو منشی محمد جعفر کے مکان سے گرفتار ہوا تھا اس کو بھی پولیس سکھا پڑھا کر گواہوں میں لائی، جب وہ لڑکا اجلاس پر آیا اور باعث خوف پڑھایا ہوا سب بھول گیا اور وکیل کی جرح میں اس کی یہ غلط بیانی ثابت ہوئی تب رات کو پولیس نے اس کی ایسی مرمت کی کہ جان بحق تسلیم ہوا۔ زیادہ کیا لکھوں صدہا انگریز تماشابین وغیرہ رہتے اور ان کل کارروائیوں کو جو خلافِ قانون عمل میں لائی جاتیں دیکھتے اور انگشت حیرت کو دانتوں تلے دباتے"۔(۱)

---

(۱) ملاحظہ ہو الدرالمنثور فی تراجم اہل صادق پور۔ صفحہ ۶۵ تا ۶۹

www.abulhasanalinadwi.org

لاہور جیل میں

''وہاں سے روانہ زندان لاہور ہوا، وہاں بھی تخمیناً ایک برس آٹھ مہینہ قیام رہا، علاوہ مصائب جیل کے ضیق تنفس بھی نہایت زور وشور کے ساتھ ان دنوں مجلسوں میں گلوگیر رہا، اس پر طرہ یہ کہ سپرنٹنڈنٹ وڈاکٹر جیل لاہور ایک نہایت سخت متعصب آدمی تھا، شب وروز وہ ہماری تکلیف دہی کی فکر میں رہتا اور میں ان ابیات کو حسب حال اپنے پڑھتا ۔

قصد ظالم بسوئے کشتن باست
دل مظلوم مابسوئے خداست
او دریں فکر تا بماچہ کند
من دریں فکر تا خداچہ کند

اے حضرات ناظرین! میں وہاں کی تکالیف ومصائب کو کیا بیان کروں ایک تو وہ مقام ہی مخزن آلام ہے دوسرے خاص عناد وعداوت حکام بالادست''!!(۱)

جزیرۂ انڈمان میں

مولانا کو بغاوت کا مجرم قرار دے کر حبس دوام کی سزا دے دی گئی، اور جزیرۂ انڈمان روانہ کردیئے گئے۔ جزیرۂ انڈمان میں پہلے سے مولانا احمداللہ صاحب اور مولانا یحییٰ علی صاحب اور مولانا محمد جعفر صاحب تھانیسری موجود

---

(۱) ملاحظہ ہو الدرالمنثور فی تراجم اہل صادق پور۔ صفحہ ۲۲۵

www.abulhasanalinadwi.org

تھے، ان حضرات سے پورے چالیس سال بعد ملاقات ہوئی، مولانا عبدالرحیم صاحب جزیرۂ انڈمان میں ۱۳۰۰ھ تک رہے، اس پوری مدت میں مختلف کاموں اور خدمتوں پر مامور رہے، شروع میں سرکاری نوکری کی، اور پھر گھاٹ پر محرری کے فرائض انجام دیئے، اس کے بعد اور دوسرے کاموں کو انجام دیا۔ آخر میں تجارت کر کے نفع اٹھایا اور اپنے صاحبزادہ مولوی عبدالفتاح کو باجازت گورنمنٹ بلالیا۔

رہائی

جزیرۂ انڈمان میں رہتے رہتے ۱۹ سال گزر گئے، لارڈ لاڈنس گورنر جنرل تھے، مولانا کی طرف سے رہائی کے لیے درخواست دی گئی اور مولانا کو بڑی تحقیق اور تفتیش کے بعد رہا کر دیا گیا اور ساتھ ساتھ دوسرے سزا یافتہ حضرات بھی رہا ہو گئے، مولانا رہا ہو کر یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۰ر مارچ ۱۸۸۳ء کو پٹنہ وطن واپس آئے۔ پٹنہ اتر کر سیدھے سپرنٹنڈنٹ کے بنگلہ جانا پڑا اور اقرار نامہ پر دستخط کیے کہ ہر مہینہ کی پہلی تاریخ کو کچہری آ کر حاضری دیا کریں اور بغیر اجازت شہر سے باہر نہ جائیں۔ یہ حکم سات سال تک عمل میں لایا گیا، پھر واپس لے لیا گیا۔

گھر کی حالت زار

مولانا گھر پہنچے تو گھر کا نقشہ بدلا پایا، گھر کی جو حالت دیکھی خود ان کی زبان سے سنئے کہ کتنے درد والم سے بیان کرتے ہیں:

''بہر کیف میں سپرنٹنڈنٹ صاحب کے بنگلہ سے رخصت

www.abulhasanalinadwi.org

ہوکر محلہ تمو ہیہ پہنچا جہاں کہ مرے اہل وعیال مقیم تھے، اس کی صبح ہوکر صادق پور گیا، تو وہاں دیکھا کہ ہم لوگوں کے مکانات کل منہدم کر کے کف دست میدان بنادیا گیا ہے۔ اوراس پر بازاراور میونسپلٹی کے مکانات بنادیئے گئے ہیں۔ میں نے چاہا کہ اپنے خاندانی مقبرہ کو کہ جہاں چودہ پشت سے ہمارے آباء واجداد دفن ہوتے چلے آئے تھے جا کر دیکھوں اور خصوصاً اپنے والدین ماجدین غفراللہ لہما کے مزار کی زیارت کروں اور اس پر دُعائے مغفرت اور فاتحہ پڑھوں مگر معلوم ہوا کہ حضرت والدین ماجدین کی قبریں کھود کر اس پر بنائے عمارت میونسپلٹی بنادی گئی ہے۔

اے حضرات ناظرین! اس وقت اس حرکت کا جو ہمارے اموات کے ساتھ کی گئی، جو صدمہ دل پر گزرا وہ بیروں از حیطۂ تحریر وتقریر ہے۔ اس وقت تک اس کی یاد سے بدن کے رونگٹے تک کھڑے ہوجاتے ہیں، یہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے جرم میں ہمارے اموات وآباء کی قبریں کیوں کھودی گئیں اور وہ مقبرہ کیوں معرض ضبطی میں آیا۔ ہماری ''عادل گورنمنٹ'' نے کیوں یہ کام کیا؟''۔

حج وزیارت

مولانا نے دوسال بعد گورنمنٹ کو حج کی اجازت کی درخواست دی اور ۱۳۰۱ھ کے آخر میں اجازت پاکر حج کو تشریف لے گئے، اور حج وزیارت کے بعد

www.abulhasanalinadwi.org

تشریف لے آئے، دوسری بار حج وزیارت کی خاطر ۱۳۱۰ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور ۱۳۱۱ھ میں واپس تشریف لائے۔

تالیف

''الدر المنثور فی تراجم اہل صادق پور'' ان کی گرانقدر تالیف ہے جو ان کے خاندانی حالات وانساب کا مجموعہ اور حضرت سیّد صاحبؒ کے خلفاء وتبعین کی سب سے پُر جوش وسرفروش مخلص اور کارگزار جماعت اہل صادق پور کا تذکرہ ہے، اس کا دوسرا نام ''تذکرۂ صادقہ'' ہے۔

وفات

مولانا کو ضیق النفس کا عارضہ تھا جو برسوں رہا، اسی طرح افکار مصائب اور شدائد کے تسلسل سے بڑا اثر پڑا، اور اس کی وجہ سے آخر عمر میں ہاتھوں میں رعشہ اور بصارت میں ضعف پیدا ہو گیا تھا۔ آخر حوادث وافکار کی منزلوں سے گزر کر یہ مجاہد راہ حق اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتا ہوا یوم الخمر ۱۳۴۱ھ ۲۴/ اگست ۱۹۲۳ء کو تقریباً نوے برس کی عمر میں اس دارِ فانی سے جنت نعیم کو سدھار گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org